قرآن مجید کے چار وصف

سورہ یونس میں ہے: یَاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی جانب سے ایک ایسی چیز آ گئی ہے، جو موعظت ہے۔ دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے، ان لوگوں کے لیے جو اس پر یقین رکھتے ہیں۔

اس میں قرآن کے چار وصف بیان کیے۔

ا۔ ''موعظت'' ہے یعنی دل میں اتر جانے کی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے ان تمام باتوں کی ترغیب دیتا ہے، جو خیر و حق کی باتیں ہیں اور ان تمام باتوں سے روکتا ہے جو شر و بطلان کی باتیں ہیں کیونکہ عربی میں وعظ کا مفہوم صرف نصیحت نہیں بلکہ ایسی نصیحت ہے جو موثر دلائل اور دل نشیں دلیلوں سے کی جائے۔

ب۔ ''شفاء لما فی الصدور'' دل کی تمام بیماریوں کے لیے نسخہ شفا ہے، جو فرد یا جو گروہ اس نسخے پر عمل کرے گا، اس کے قلوب ہر طرح کے مفاسد و رذائل سے پاک ہو جائیں گے۔ یاد رہے عربی میں قلب، فواد اور صدر کے الفاظ جب کبھی ایسے موقع پر بولے جائیں، جیسا یہ موقع ہے تو ان سے مقصود انسان کی معنوی حالت ہوتی ہے یعنی ذہن و فکر کی قوت، عقلی ادراک، جذبات و عواطف، اخلاق و عادات، اندرونی حسیات۔ وہ عضو مقصود نہیں ہوتا، جو فن تشریح کا دل اور سینہ ہے۔

ج۔ ''ھدی'' ہے یعنی یقین کرنے والوں کے لیے ایک ہدایت۔

د۔ ''رحمة للمومنین'' یقین کرنے والوں کے لیے پیام رحمت ہے، یعنی ظلم و قساوت اور بغض و تنفر سے دنیا کو نجات دلاتا ہے۔ رحم و محبت اور امن و سلامتی کی روح سے معمور کرتا ہے۔

(رسول رحمت، مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم، ص ۱۲۱)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نماز میں صف بندی کی اہمیت

عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: أقیموا صفوفکم، فانی أراکم من وراء ظهری. وکان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه، وقدمه بقدمه "اخرجه البخاری/٢٦/٧ باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم في الصف/کتاب الأذان

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنی صفوں کو برابر کرلو میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں اور ہم میں سے ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا تھا۔

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے اور نماز میں صفوں کی درستگی کا آپ کی زندگی میں بے پناہ اہتمام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صف بندی نماز کا ایک اہم حصہ اور جز ہے۔ صفوں کی درستگی کے بغیر نماز کے اتمام اور اس کے کامل صحت کی امید نہیں کی جاسکتی ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کی درستگی کا تاکیدی حکم دیا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرنے سے پہلے مصلیوں کی طرف متوجہ ہو کر صفوں کو درست فرماتے تھے اور اپنے دست مبارک سے مصلیوں کے سینوں اور کندھوں کو برابر فرماتے تھے اور مصلّٰی امامت سے بار بار صفوں کو درست کرنے کا اعلان فرماتے تھے تاکہ صفوں کی درستگی میں کوئی کمی باقی نہ رہے۔ مذکورہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو درست کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تم لوگ صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صف کی درستگی سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے یعنی اگر صف درست نہیں ہے، صف کے اندر ٹیڑھا پن ہے یا صفوں کے بیچ جگہ خالی ہے تو صف کی عدم درستگی نماز کی صحت کی علامت نہیں ہے بلکہ بعض احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف کی عدم درستگی پر وعید کی ہے۔ حضرت ابو مسعود بدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ صفوں کو برابر کرو آگے پیچھے نہ کھڑے ہو ورنہ تمہارے دل آگے پیچھے ہو جائیں گے یعنی دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اور میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو سمجھدار اور عقلمند ہوں پھر جوان سے قریب ہوں اور پھر وہ جوان سے قریب ہوں عقل اور سمجھداری کے اعتبار سے۔ اسی طرح مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے جس کے راوی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں، سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح صف بندی کرو جس طرح فرشتے اللہ کے حضور صف بندی کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: فرشتے اللہ کے حضور کیسے صف بندی کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ "**یتمون الصفوف الاول ویتراصون فی الصف**" فرشتے پہلے اگلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

آج ہمارے یہاں مساجد میں صف بندی کے حوالے سے بڑی بے اعتنائی پائی جاتی ہے اور لوگ صفوں میں اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے وہ بالکلیہ صف بندی کی اہمیت سے غافل ہیں یا تو ان کو علم نہیں ہے یا صف بندی کو اہمیت نہیں دیتے۔ مذکورہ تمام احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز میں صف بندی واجب ہے صفوں کی عدم درستی سے انسان گناہگار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سنت نبوی پر عمل کریں اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں تاکہ ہماری صفوں میں نہ کوئی کجی ہو اور نہ ہی کوئی خلاء اور یہی ایک نمازی کی پہچان ہونی چاہئے کہ جب وہ نماز کو آئیں تو سب سے پہلے سنت نبوی کے مطابق صف درست کریں پھر نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی نماز پوری کریں۔ ائمہ حضرات کو بھی چاہئے کہ اس تعلق سے لوگوں میں بیداری پیدا کریں صفوں کی درستگی کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں خاص طور سے صحیح بخاری کی ان احادیث سے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے **باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها، باب اقبال الامام علی الناس عند تسویة الصفوف، باب الصف الاول، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، باب اثم من لم یتم الصفوف اور باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف** کے تحت مذکورہ ابواب میں ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ صفوں کی درستگی سے متعلق ان تعلیمات سے واقف ہو سکیں۔ ہمیں نماز کا پورا پورا اجر وثواب مل سکے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق اور اس کی وعید سے بچ سکیں۔ رب العالمین ہم تمام لوگوں کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ **وصلی الله علی النبی وسلم تسلیما کثیرا** ☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
پیکر عمل بن کر غیب کی صدا بن جا	۷
مردے کے حق میں ثواب کیسے پہنچائیں؟	۸
اسلام میں وقت کی قدر و قیمت	۱۳
قرآن اور ہم	۱۵
دنیا اور آخرت	۱۷
امت محمدیہ کی چند نمایاں خصوصیات	۱۹
پڑوسی کے آداب	۲۱
ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں	۲۳
زبان کی حفاظت	۲۵
قرآن وسنت کا سائنسی اعجاز (تعارف کتاب)	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
جماعتی خبریں	۳۰
ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

اور سر بسجدہ ہے مسیحا کہ میری بات رہے

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی، جو نہیں کہنی چاہئے تھی۔ مصلحت کا تقاضہ تو یہی ہے، مگر عین ضرورت ہے کہ صاف صاف بات کہہ ہی دی جائے۔ گرچہ یہاں بھی ’’گویم بمشکل نہ گویم مشکل تر است‘‘ کے مخمصے کا معاملہ ہے۔ ایسے گومگو کے حالات ہوں تو کچھ کہہ کر یہ سمجھ لینا کہ کوئی تیر مارلیا ہے، کوئی تدبیر کرلی ہے، کوئی کام کی بات کرلی ہے، کوئی کام بن گیا ہے اور فرض ایک طرح کا ادا ہوگیا ہے، یا خموشی ہزار جھنجھٹوں سے نجات دیتی ہے، ’’من سکت نجا‘‘ جس نے خاموشی اختیار کرلی وہ نجات پاگیا، صاف صاف بچ گیا، ورنہ ’’تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث‘‘ معلوم ومجرب ہے۔ کوئل، پپیہا اور فاختہ کی آواز دلنواز کسے پسند نہیں ہے جس طرح ان کا چہکنا بھاتا ہے، دل کو لبھاتا ہے اُسی طرح ان کا پھڑکنا اور اڑان بھرنا بھی بڑا دلکش و دلربا ہوتا ہے۔ حالانکہ کوؤں کی طرح کائیں کائیں کرکے بھی کچھ طیور خوش نوا بنے پھرتے ہیں، جبکہ بغال وحمیر اور گدھے وخچر ’’ان انکر الاصوات لصوت الحمیر‘‘ کے باوصف صدائے صدعِ اذان بھی ہیروؤں اور ابطال وشجعان قوم کا خطاب پاتے ہیں۔ اس میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

وعين الرضا عن كل عيب كليلة
ولكن عين السخط تبدى المساويا

یعنی وہ تیرگی جو میرے نامۂ اعمال میں تھی وہ تیرے زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی۔ جب معاملہ تعصب وتعسف، عداوت و دشمنی، اختلاف برائے مخالفت و مزاحمت ومزاعمت ومداخلت بیجا ہو اور اس میں حسد وکینہ اور بے جا عناد وتعصب کا خمیر مستزاد ہو تو کیا مجال ہے کہ آپ بچ کر نکل جائیں۔ جب دو مخلصین لیکن اپنی حاجت و ضرورت میں اندھے یا مجبور ومضطر ہو چکے کشمکش، تردد، تذبذب، سخت اضطراب اور انتہائی نازک حالات سے دوچار کردیں اور اہم دوراہے پر کھڑا کردیں تو ایک انسان اخلاص اور عمل کا پیکر ہونے کے باوجود کیا کہہ سکتا ہے؟ وہ کسی طرح کی جرأت کرنے کا بھی وقت ومجال نہیں پاسکتا ہے۔ کیوں کہ بات بایں جا رسید کہ

ملک الموت کو ضد ہے کہ جان لے کے ٹلوں
اور سر بسجدہ ہے مسیحا کہ میری بات رہے

لہٰذا اس دوطرفہ آگ میں کیسے بچے گی آبرو؟ اگر حالت یہی رہی تو اللہ نہ کرے اصل قضیہ حاشیہ پر چلا جائے اور اندرونی طور پر اختلاف وانتشار ایک دوسرے کو مشغول کردے۔ دراصل حالات ایسے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بولنا ناگزیر ہوگیا ہے اور نہ بولنا بھی اتنا ہی ضروری، اہم اور بہتر ہوگیا ہے۔ بیچ بیچ کی بات لیں تو ڈھیر سارے بتنگڑ

ہیں۔اور بات کا بتنگڑ بنا کر ہر نقد واصلاح کے اندر ہدف طعن بنانے، اور موردالزام ٹھہرانے میں صاحب جبہ ودستار اور اخلاص و دین اور نصح وخیر خواہی کے پرستاروں کی بھرمار ہے جن کا ہر قدم فساد کے لیے اور ہر جملہ وکلمہ تذلیل وتحقیر وتقصیر وفتنہ کے لیے ہوتو نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی کیفیت وھیئت میں انسان مبتلا ہوجاتا ہے۔

خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ نہ دین وایمان کا پاس ولحاظ ہو اور نہ ہی دنیاوی حیثیت سے کوئی ایسی روک ٹوک ہو جس میں مسئولیت اور باز پرس کا خوف ہو تو فتنوں کا وقوع آسان ہوتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ یہ احوال وکوائف جو کسی ملک وملت، سماج و سوسائٹی اور عصر ومصر میں واقع ہوتے ہیں تو حق وباطل گڈ مڈ ہوکر رہ جاتا ہے۔آج کے دور میں نت نئے فتنوں سے بچنے کے نام پر اتنے فتنے برپا کردیئے جارہے ہیں کہ جن سے گلوخلاصی اور نجات مشکل ہے۔اور ایک نہ شد دوشد کے مصداق ہوتا جارہا ہے۔ان فتنوں کی پاداش میں جو فتن وملاحم رونما ہو رہے ہیں وہ ''قطع الليل المظلمة'' کا سماں باندھے جارہے ہیں۔اور یہ سب کرتوت ہے مادر پدر آزاد ہونے اور میڈیائی نن اسٹاپ ہونے کا۔

بھلا دیکھو! دور اول میں چند افواہ اور محدود ومعدودے ملابسات ودسائس تھے جن کی وجہ سے بڑے بڑے فتنے امت میں واقع ہوتے گئے اور امت کا دور اول جو خیر القرون اور بہترین دور تھا اور جب کہ وحی کا نزول ہو رہا تھا خود ان افواہوں اور چیرہ دستیوں سے بیت النبوۃ بھی محفوظ نہ چھوڑا گیا، یہ اور بات ہے کہ وہاں حکمت الٰہی اور مشیت ربانی نے اس شر سے امت کے لیے خیر کثیر اور خود اس بیت مطہر ومحترم کو وحی کے ذریعہ وہ اعزاز وشرف بخش دیا جس کا عام تصور ان واقعات وحادثات اور فتنوں کے وقوع سے پہلے نہیں کیا جاسکتا تھا۔واقعہ افک، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہیجان خیز، شرانگیز اور غم ریز خبر اور صلح الحدیبیہ کا بظاہر ذلت آمیز شدت وزیادتی پر مبنی معاملہ جو فتح مبین پر منتج ہوا کس کے وہم وگمان میں تھا کہ اتنا بابرکت اور فتح وظفر کے حقیقی ثمرات وبرکات سے شادکام ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کون ہے جس کو اس کا ادراک واحساس ہوسکتا تھا؟ کون ہے جو بظاہر اس ذلت آمیز اور تحقیر خیز صلح کی دفعات وبنود سے کبیدہ خاطر نہ ہو اور اس کے مضمرات وسیاق وسباق اور احوال و کوائف سے سخت ہیجان میں مبتلا نہ ہوجائے۔

ذرا غور کرو کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کتنے ہی مواقف ہیں جن کی موافقت قرآن کریم نے کی۔حق وباطل میں صاف صاف تمیز وتفریق کے لیے ہی تو عمر بن الخطاب مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، مگر دیکھو کہ صلح حدیبیہ کو صاف صاف اور دوٹوک طور پر ایک گھٹیا صلح کہہ رہے ہیں۔اور حق پر ہونے کا اقرار سب کر چکے ہیں۔

''السنا على حق وهم على باطل قال بلى قال أليس قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار قال بلى قال ففيم نعطي الدنية في ديننا ونرجع ولما يحكم الله بيننا وبينهم'' (صحیح مسلم) کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن جانی کیا سراسر باطل پر نہیں ہے، کیا ہمارے مقتولین جنتی اور ان کے مہلوکین جہنمی نہیں ہیں؟ جواب ملا بالکل اور کہا کہ پھر دین کی بنیاد پر اتنی گھٹیا صلح اتنا دب کر کیوں کریں۔؟ لیکن بڑا سخت جواب ملا اور ''كانه مسعر حرب'' کہہ کر کسی طرح حالات کو قابو میں کیا گیا۔

خود غور کرو کہ مکی زندگی میں کتنے ہی مواقع پر کیا ایسے حالات نہیں آئے تھے جن میں ''تنگ آید بجنگ آید'' کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا حالانکہ قربان جایئے اس ڈسپلن، نظم وضبط اور نظام واحترام آراء اور رضا وتسلیم اور صبر ویقین پر کہ یہ تمام مصائب آئے اور نکل گئے مگر وہ کتنے خطرناک اور اندوہناک تھے اس کا اندازہ لگایا نہیں جاسکتا۔پھر بھی مومنین صادقین اشتعال میں نہ آئے اور پوری ہمت وحوصلہ اور صبر وضبط سے کام لیا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ مکی زندگی کا ہر ہر لمحہ صبر کے پیمانہ کے چھلک جانے کا مستحق و سزاوار تھا مگر معلم اعظم اور مربی اکبر نے ایک خاص انداز میں ان کی تربیت فرمائی تھی اور وہ سب سے بڑے اہل ایمان واسلام اور باغیرت ہونے کے باوجود اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے آپ کو ڈھالنے کا عزم کرتے تھے۔پھر حالات سے مجبور ہوکر ''متى نصر الله'' کا نعرہ آخری سہارا ہوتا تھا اور اس پر بھی مزید صبر وضبط اور ثبات واستقامت کی تلقین ہوتی تھی۔امت پر اللہ نہ کرے اگر ایسے حالات آتے ہیں تو اسے پورے صبر وضبط، ہمت وحوصلہ، حکمت اور ہوش وجوش سے کام لینا ہی تمام مصائب کا علاج اور مسائل کا حل ہے۔ان نازک حالات میں جو امت پر مختلف ادوار میں آتے رہے ان میں جہاں بزدلی اور مایوسی زہر ہلال ثابت ہوئی وہیں چہ میگوئیاں، بھانت بھانت کی بولیاں اور منافقانہ ومفسدانہ نقد وتبصرے اور عجلت میں اٹھائے گئے بے جا اقدامات بھی ہلاکت خیز ثابت ہوئے۔''اعجاب كل ذي راء برايه'' ہر شخص پر اپنی رائے کو ترجیح دینے کا بھوت سوار ہو اور بے ڈھنگے پن سے حق بجانب قرار دینے کا سودا کاسئہ سر میں سمایا ہوا ہو تو وہ بھی نقصاندہ اور تباہی کا سامان ہے، ہر کہہ ومہ ہر جگہ اور ہر وقت جو منہ اور دماغ میں آئے بک جائے، اسے جرأت وہمت بھی قرار دے، حرف آخر بھی سمجھے، اسی پر چلنا خود واجب سمجھے گرچہ دو قدم خود میدان عمل میں آنے کی ہمت نہ کرے مگر پوری امت کو اس پر چلانے کے لیے ایسی روش اختیار کرے کہ گویا وہ نہ ہوا تو اب پوری امت بھی، علماء بھی اور قیادت بھی سب لائق گردن زدنی اور دھتکار دیئے جانے کے مستحق ہیں۔ یہ ایک ایسا ناسور اور خارجیت ہے جو دانستہ یا نادانستہ پوری امت کو تباہی کے راستے پر، نفاق وشقاق کی ڈگر پر اور انتہائی باہمی اختلاف حتی کہ دشمنی پر آمادہ کر کے امت کو الجھا دے گا اور اس کے نتائج بہر حال کسی بھی اقدام کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہوں گے۔

دیکھا یہ جارہا ہے کہ حقائق کو چھپاتے ہوئے اور الزام دھرتے ہوئے کچھ سرفروش جو سفہاء الاحلام اور حدثاء الاسنان جن کو صرف قلم پکڑنے کی شدبد ہوگئی ہے وہ

ادھر اُدھر کی کچھ تحریریں اور تقریریں لے کر اڑ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ منٹوں میں ساری دنیا میں عام ہوجائے اور سب اسی وقت ان کے ہوی و ہوس کے مطابق اس میدان میں کود پڑیں ورنہ کفر صریح اور ظلم عظیم کے مرتکب ہوجائیں گے۔ آج سوشل میڈیا نے اس طرح کی باتوں کو جس طرح رواج دیا ہے وہ بذات خود ایک مصیبت ہے۔ مشورہ اور نصح و خیر خواہی اچھی بات ہے مگر اس طرح نہیں کہ جب جو منہ میں آیا بک دیا جب خیال آیا ٹویٹ کردیا۔ جب کوئی رائے ہویٰ وہوس کے موافق لگی حکم لگایا اور اس کو پوسٹ کردیا اور اس فورس اور سورس کے ساتھ کہ گویا خدائی فوجدار اور آسمانی پیغام کے علمبردار صرف وہی ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تھا کہ ''**لست علیھم بمصیطر**''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مسلط ومختار کل نہیں بنایا گیا تھا، جتنا کچھ آج کل کے سرپھرے کہہ رہے ہیں۔ باہر کی دنیا میں بیٹھے ہوئے کچھ ایسے سورما اور جیالے بھی ہیں جو ایک روپیہ اپنے ماں باپ پر بھی خرچ نہیں کرتے مگر رشتہ داروں، دیگر مومنین اور ساتھیوں پر روپیوں کے ذریعہ دھونس وتفوق جتانے کے علاوہ کوئی مشغلہ نہیں، دومنٹ کا وقت بھی نہیں نکال سکتے، کچھ ایسے ہی سرفروشوں کو ایک بزرگ نے چندسال قبل کہا تھا کہ میں ایک ذمہ دارانہ حیثیت سے حکم دے رہا ہوں کہ ایک ایک ماہ کی تنخواہ اس مد میں پہلے دو پھر حکم ہے کہ جس کام کو اتنا اہم سمجھتے ہو اس کے لیے پہلی فرصت میں وطن جاکر اس میں دوماہ کے لیے جٹ جاؤ۔ یقین جانئے ان لوگوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کسی کو چھٹی نہیں ملتی، کوئی جانہیں سکتا۔ الغرض جتنے ہیں سب مجبور ومعذور محض ہیں اور اعذار ہونے کا لامتناہی سلسلہ شروع کردیا ہے۔ وہ تو صرف دنیا کماتے اور مست ہوکر ادھر سے ادھر کے سوشل میڈیا کی فراہم کردہ معلومات اور ناقص اور جذباتی رائے کو ہی حرف آخر مانتے ہیں اور حکم لگاتے اور آرڈر صادر کرتے ہیں، بے نام گفتار کے غازی بنے ہوئے ہیں، عوام کی عقل سے کھلواڑ کررہے ہیں اور جماعت اور ملک وملت کے نظام کو سبوتاژ کرنے کے درپہ ہیں۔ وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اس سلسلہ میں سب سے بڑا المیہ اور مصیبت یہ ہے کہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے خود کوئی خاص موقف نہیں رکھتے، دولفظ لکھنے اور بولنے کے ساتھ دوسرے ہی لمحے رجوع کرتے نظر آتے ہیں۔ بعض بالکل میدان کارزار سمجھ کر پوری جماعت کو اس میں جھونک دینا چاہتے ہیں تو بعض مصلحتوں کی لمبی فہرست لگاتے ہیں۔ بعض تو اتنے عاقبت نااندیش اور طالع آزما ہیں کہ وہ کہتے پھرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے اس میدان میں کود جانا چاہئے۔ لیکن مارے ڈر اور احتیاط کے اپنا نام بھی ظاہر کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔ ساتھ ہی بہت سوں کا کہنا ہے کہ مسلمان میدان میں اس طرح نہ آئیں کہ ہندو مسلم معاملہ ہوجائے۔ کپڑے اور ٹوپی اور اپنی خاص ہیئت اگر ظاہر کریں گے تو فسطائی طاقتیں مقابلے کے لیے ہندوؤں کو لانے میں کامیاب ہوں گی۔ خصوصا مسلم قیادتیں اور تنظیمیں عجلت اور غفلت میں اس طرح میدان میں نہ اتریں کہ صرف مسلمانوں کا مسئلہ بن کررہ جائے اور اس کے جو فائدے جیسے مختلف مناسبات اور مواقع پر اٹھائے جاتے رہے ہیں اور ہندو مسلم کا شاخسانہ کھڑا کیا جاتا رہا ہے اور اس سے کامیابی کی راہیں آسان بنائی جاتی رہی ہیں یہ ہماری اس بے شعوری اور اشتعال انگیزی سے پھر فائدہ نہ اٹھالے جائیں۔ اور تم خود بتاؤ کہ عمل کس پر کیا جائے دوسرے بھی کچھ عقل وتجربہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ پھر بھی جمعیت کی خواہش اور کوشش تھی کہ دہلی میں اہم قیادات اسلامیہ اور مسلم تنظیمیں خصوصا ملی تنظیموں کے اشتراک وتعاون سے ہندو مسلم اور دیگر غیر مسلم برادران وطن کو لے کر بھرپور پلاننگ اور ہمہ جہت منصوبہ بندی کے ساتھ پرامن اور موثر ذرائع سے اس مسئلہ کو حل کیا جائے جس میں تمام سلبیات وخرافات سے بچتے ہوئے تمام ایجابیات کو سامنے رکھ کر پیہم اور اہم کوششیں صرف کی جائیں۔ مگر اس میں دیر ہونے کے باوجود سوائے جزوی اقدامات کے اور کچھ نہ ہوسکا۔ ہم مایوس نہیں ہیں۔ مگر ملی تنظیموں کے سرجوڑ کر بیٹھنے کا معاملہ اطمینان بخش نہیں رہا جس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

پھر یہ بات صاف ہوجانی چاہئے اور یہ بالکل واضح ہے بھی ہے کہ اس وقت ملک وملت کئی طرح کے چیلنجوں سے جوجھ رہی ہے جس کا خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ آئندہ اس کے اور گہرے اور سنگین نتائج آنے کے اندیشے بڑھ رہے ہیں۔ نفرت کی دیواروں کو مزید مضبوطی حاصل ہورہی ہے۔ CAA پر جو قرار وقانون صادر ہوا ہے اور NRC اور NPR کی جو باتیں ہورہی ہیں وہ دیش اور اس کے باسیوں کے حق میں نہیں نظر آرہی ہیں بلکہ یہ عصبیت اور نفرت پر مبنی اور اخلاق واقدار، سنسکرتی اور بنیادی حقوق شہریت کے خلاف ہیں اور پورے دیش میں سراسیمگی پھیلانے کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔ کیوں کہ کروڑوں خصوصاً غریبوں کے پاس کاغذات ودستاویزات، اور زر وزمین ندارد ہے۔ جہالت اور غربت کی مار اتنی زبردست ہے کہ بہتیرے اس جھنجھٹ میں پڑنا گوارا ہی نہیں کریں گے۔ اور بہت سے اسے سمجھ بھی نہیں پائیں گے۔ اور اچانک جب غیر ملکی قرار دیئے جائیں گے تو ان کو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا کہ یہ کیا ہوگیا؟ اور اس وقت بہت دیر ہوچکی ہوگی۔

اگر کچھ مہاجرین کو نیشنلٹی دینی ہے تو حکومت بلاتفریق انھیں شوق سے دے، اس میں کسی کو کیا کلام ہوسکتا ہے؟ ان کی شناخت بھی حکومت کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ساتھ ہی کروڑوں آدی باسیوں، خانہ بدوشوں، بادیہ نشینوں، صحرانوردوں، بھومی ہینوں، پلوں اور سڑک نشینوں، کٹیا بسیروں، خیمہ گزینوں اور نان شبینہ کو ترسنے والوں کا خیال رکھنا بھی ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ حقوق انسانیت اور ہم وطن بھائی ہونے کے ناطے ان کا حق بھی آئینی واخلاقی طور پر مقدم اور اہم ہے اور ہر ہندوستانی کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اکثر کا ماننا ہے کہ یہ قانون جہاں کروڑوں لوگوں کو خرخشے میں ڈالنے والا ہے وہیں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی برتاؤ پر مبنی ہے۔ جس کو انصاف اور مساوات کی بنیاد پر پوری سنجیدگی سے لیتے ہوئے واپس بھی ہونا چاہئے، اس کے لیے مطالبہ وجد وجہد بھی ہونی چاہئے، پرامن اور آئین

ودستور کے دائرے میں رہ کرممکنہ حدتک اورمتفقہ طور پرکوشش بھی جاری رہنی چاہئے۔ اورایسے نازک موقع پرالگ الگ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے سے بھی حتی الامکان بچنا چاہیے۔ تقریبا تمام مسلم تنظیموں اور بھاری تعداد میں غیر مسلموں اور سیاسی جماعتوں نے اپنی اپنی سطح پر بھی اوراجتماعی طور پر بھی اس عنصریت اورتکلیف دہ قانون کو واپس لینے کے لیے مطالبے اور جدو جہد جاری رکھی ہے۔ مشکل سے چند انتہائی طالع آزما اور ہر معاملہ میں شاذ ومنکر رائے اختیار کرنے والے چندلوگ ایسے موقع پر بھی اصلاح اوراخلاص کے نام پر فساد پھیلانے اورتفریق بین الجماعات وتنفیر بین المسلمین وغیرالمسلمین اورتشتیت شمل المسلمین والموحدین کے لیے جھوٹ، تزویراور کھلی کذب بیانی کا سہارا لے کراور کبھی اپنی منمانی، قلمی ولسانی حرکتوں اورسوشل میڈیا پرفیک خبروں کے ذریعہ سنسنی پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ صریح جھوٹ ہے کہ مسلم جماعتیں اس میں حصہ نہ لےسکیں۔ اگراس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو مسلم کا مسئلہ بنا کر میدان میں نہ کودسکیں تو یہ حقیقت ہے۔ آسام وغیرہ سے یہ قضیہ غیر مسلم بھائیوں نے شروع کیا۔ وہاں مسلمانوں نے تجربہ کی روشنی میں یہی مناسب سمجھا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے مرحلے میں ہم میدان میں ہوتے تو مظاہرہ ہوتا ہی نہیں، بن کھلے مرجھا گئے ہوتے۔ یا مطالبہ زور پکڑنے سے پہلے جو ساتھ دے رہے ہیں انہی کے ساتھ خانہ جنگی شروع ہوجاتی۔ وہ جب میدان میں آئے تو ہم بھی ساتھ تھے اور ساتھ رہے۔ اس کے باوجود میڈیا اور پولیس دونوں مسلمانوں کو ہی نشانہ بنانے سے نہیں تھکتے۔ پورے انڈیا میں ملی جماعتوں کے قائدین بھی بعض مسلم تنظیموں کے اصرار کے باوجود غالبًا زوروشور سے اس لیےنہیں یک جٹ ہوئے کہ مسلمانوں کا مسئلہ بنا کر اسے بڑے پیمانے پر اچھال نہ دیا جائے جیسا کہ الیکشن کے مواقع پر چند علماء یا جماعتوں کے زوردار بیانات کو دکھا کر ایک خاص ووٹ بینک بنا کر کامیابی حاصل کی گئی۔ اس کی سلبیات سے انکارنہیں لیکن تجربات اور حالات کے پیش نظر اگر ایسا کیا گیا تو پھران چندسر پھروں کو اتنے اہم معاملے میں اس طرح ملک وملت اور جماعت کو گمراہ کرنے کی ہرگز ہرگز کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ چلوتم بڑے تیس مار خان ہوتو دوسروں کی اجتہادی غلطی مان لو۔ مگرایسے اہم حالات میں بھی شرانگیزی نہ رکی۔ پھرتم غور کرو، تمہارے جیسے کتنے دانائے راز اورشرفائے زمانہ ہیں جو مسلم قیادت اورامت کو تنبیہ کررہے ہیں کہ ہرگز ہرگز مسلمان جلد بازی میں ایسا اقدام نہ کریں کہ ان کو آگے کر کے ہندو بھائیوں کو ورغلانے اور سیاسی جماعتوں اور برادران وطن کے جوش کو ختم کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ کیونکہ ہتھ کنڈے ڈھیر ہیں اور خطرناک بھی۔ خصوصا جب کہ کچھ منافق وملت فروش یا غیروں کے ورغلانے پر مسلمانوں کی ہر معاملے میں ایک خاص متشدد تصویر اور خراب چھوی پیش کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور بڑی بڑی تحریکیں اور مشنریاں کام کررہی ہیں، ایسے میں کسی بات کو یا اقدام کو حتمی یا حرف اول وآخر بنا کر پیش کرنا دومتضاد انتہاؤں کی طرف امت کو ہانک دینے کا حربہ اور حربہ کہا جاسکتا ہے۔ **مهلا بنی عمنا مهلا موالینا سددوا وقاربوا اصلحکم الله ووفقکم!**

یقیناً آج ملک وملت سخت حالات اورآزمائشی دور سے گزر رہی ہے۔ بلکہ ملکی سطح پر ملک وملت کوایک بڑی افتاد اور پر پیچ مسئلہ درپیش ہو چکا ہے۔ جسے مسلم اور غیر مسلم بلاتفریق شدت سے محسوس کررہے ہیں۔ لیکن ''مشکلے نیست کہ آساں نہ شود''۔ ہر درد کی دوا، ہرمرض کا علاج، ہرزہر کا تریاق اور ہر مسئلہ کا آزمودہ دینی واسلامی اور منہجی حل موجود ہے بشرطیکہ ہم اپنے افعال وکردار اور رویے کے اندر تبدیلی لانے کے لئے آمادہ ہوں۔ نفاق وشقاق، تعصب وتحزب اور چھوٹی چھوٹی اندرونی یا ذاتی سیاست اور داؤں پیچ کی میلی چادر کو اُتار پھینکیں، ''**وكونوا عباد الله اخوانا**'' کی عملی تفسیر بن جائیں۔ خوف و ہراس اور مایوسی کے بجائے دل میں عزم تازہ اور حوصلہ جواں رکھیں۔ کیوں کہ مرد باید کہ ہراساں نہ شود۔ یقین محکم، عمل پیہم اور محبتِ فاتحِ عالم کے خوگر بنیں۔ صبر واستقامت اور انابت ودعا مومن کے بڑے ہتھیار ہیں ان سے لیس ہوں، ''**اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا**'' کا چلتا پھرتا نمونہ بن جائیں۔ اپنی عملی ومنصبی کوتاہیوں کو چھپانے اور فکری گمراہیوں کو جواز فراہم کرنے کے لیے ایک دوسرے پر الزام دھرنا بند کریں بھڑکاؤ اور تفرقہ انگیز بیانات سے پرہیز کریں اور پرتشدد احتجاجوں سے دور رہیں۔ آپ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دیگر جگہوں پر اس طرح کی اشتعال انگیزیوں سے اپنے آپ کو باز رکھا اور زیادتیوں پر بایں ہمہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ صبر وحکمت اور ہمت سے کام لیا اور سازشیوں کو بہت حد تک ناکام کردیا۔ اس نے آپ کی کامیابی کے راستے کھول دیئے۔ نصح وخیر خواہی جو سلف کا شیوہ تھا اس کو اپنائیں۔ محبت کو عام کریں۔ ہر وہ بات جس سے نفرت پھیلتی ہو اس سے دور رہیں۔ اتحاد واتفاق اور آپسی میل جول کے لئے جو جتن ہو سکتے ہوں ضرور کریں۔ اور ہر معاملہ اور مسئلہ میں ''**وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ**'' کی قندیل ومشعل کو اس کے آداب وتقاضے اور روح کے ساتھ تھامے رہیں۔ تو ان شاء اللہ جلد اللہ کی مدد شامل حال ہوگی۔ نفرت وعداوت اور خوف وہراس کے بادل چھٹیں گے اور حق وعدل کی برکھا رُت آئے گی اور وطن عزیز میں الفت ومحبت، بھائی چارہ اور امن وشانتی کی باد بہاری پھر سے چل پڑے گی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا روئے زمین پر تاریخی طور پر بار بار مشاہدہ ہو چکا ہے۔

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ویسے بھی ہم نے زمینوں کو فتح کرنے سے زیادہ دلوں کو فتح کرنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ اور

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

☆☆☆

پیکر عمل بن کر غیب کی صدا بن جا

خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ
9934671798

انسان جسم وروح کا مجموعہ ہے، اس کی دوحیثیت ہوتی ہے ایک جسمانی، دوسری روحانی اور یہ دونوں بہت سارے امور میں مشترک ہیں، یعنی جس طرح انسان کا جسم بیمار پڑتا ہے، اسے مرض لاحق ہوتا ہے اسی طرح انسان کی روح بھی بیمار پڑتی ہے۔ جس طرح انسان اپنے جسمانی مرض کے علاج کے لئے تگ ودو کرتا، حصول صحت وشفایابی کے لئے دنیا کا چکر لگاتا اور اپنی پوری دولت خرچ کر دیتا ہے اسی طرح انسان کی روح بیمار پڑجائے تو اس کے علاج اور اس کے ارتقاء وتطہیر کی فکر ہونی چاہیے امراض جسمانی کا معالج ہمدرد وغمگسار ہوتا ہے وہ کسی مریض کو جھڑکتا یا ڈانٹ کر نہیں بھگاتا بلکہ پوری ہمدردی سے اپنے مریض کا علاج کرتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ اچھا آپ نے آنے میں دیر کردی پھر بھی میں علاج کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور آپ ضرور اچھے ہوجائیں گے اسی طرح وہ لوگ جو روحانی امراض کے معالج ہیں۔ وارثین انبیاء علماء کرام، داعیان اسلام انہیں بھی پوری خیرخواہی کے ساتھ اپنے مریضوں کا علاج کرنا چاہیے، ان سے نفرت، ان پر کسی قسم کا فتوی صادر کرنے سے گریز کرنا چاہیے، دل کے آبگینے کو کوئی ٹھیس نہ لگ جائے اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

جس طرح صالح وپاکیزہ غذا سے جسم توانا وتندرست رہتا ہے۔ اسی طرح صالح وپاکیزہ عمل سے انسان کی روح تندرست وتازہ اور زندہ رہتی ہے۔ اور جس طرح غیر صالح، غیر متوازن، ناقص غذا سے انسان کے جسم کو بیماری لاحق ہوتی ہے اسی طرح برائی، بدی، گناہ، محرمات کے ارتکاب سے انسان کی روح بیمار پڑجاتی ہے۔ وہ ناپاک وپلید ہوجاتی ہے یاد رکھیں اللہ کی جنت عرش الہی کے بعد سب سے پاکیزہ جگہ ہے، سب سے خوبصورت ہے اس کا ایک نام ''حسنیٰ'' بھی ہے۔ اس لئے اس پاکیزہ جگہ میں وہی جائیں گے جو پاکیزہ عقیدہ وعمل اور اخلاق کے حامل ہوں گے۔ یہاں کسی ناپاک اور گندے انسان کے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی پاکی وپاکیزگی اور اس کے قبل کی طہارت کا بڑا شاندار انتظام کیا ہے تاکہ اس کے بندے اس کے بنائے ہوئے تربیتی سانچے میں ڈھل کر اور روحانی ارتقاء کے مراحل سے گذر کر صاف وشفاف ہوجائیں، اپنے مستقبل کو روشن بنالیں اور اللہ کی جنت کو حاصل کرلیں اس لئے کہ انسان اس دنیا میں جنت کا مسافر ہے۔

ذرا غور کریں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جتنی عبادتیں فرض کی ہیں ان کا عظیم مقصد بندے کو گناہوں سے پاک وصاف کرنا ہے جیسے حج ہے اس کے متعلق نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه (متفق علیه) یعنی جس شخص نے حج کیا اور دوران حج برائی وبیہودگی سے محفوظ رہا تو وہ اس انداز سے واپس ہوتا ہے جیسے اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنم دیا ہے۔ نماز کے بارے میں فرمایا کہ پانچ وقت کی نمازیں انسان کے گناہوں کو دھودیتی ہیں۔ (مسند احمد)

اور روزہ انسان کو برائیوں سے دور رکھتا اور اس کے دلوں میں تقوی پیدا کردیتا ہے الصوم جنة روزہ ڈھال ہے اور رمضان کا معنی ہی گناہوں کو جلا دینا ہے۔ زکوۃ وصدقات سے متعلق ارشاد باری ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک صاف کردیں (توبہ: ۱۰۳)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے تاکہ وہ توبہ کرکے پاک ہوجائے اور پاکیزہ جگہ جنت میں چلا جائے۔ یہ انسان پر اللہ کی بڑی نعمت ہے، توبہ کے لئے کسی مرشد کے پاس جانے اپنا راز بتانے نذرانے عطا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بندہ اور رب کا معاملہ ہے، بندے سے اگر کوئی چوک ہوگئی یا اس کی عبادتوں میں کوتاہی ہوگئی تو وہ اللہ کے سامنے اعتراف گناہ اور آئندہ دوبارہ نہ کرنے کا عزم لے کر عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ قریب ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ (تحریم: ۸)

ساتھ ہی کچھ ایسے زریں مواقع عطا کئے ہیں جن میں بندہ چاہے تو اپنے دامن میں نیکیوں کو سمیٹ لے، رب کو راضی کرلے، جہنم سے پروانہ آزادی حاصل کرلے اور نعمتوں بھری جنت کا حقدار بن جائے جن پر سرفہرست ایام حج ورمضان ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم ان پاکیزہ لمحات، نیکیوں کے موسم بہار سے مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے، ہمارے ایمانی وروحانی جذبات سرد پڑتے جارہے ہیں، یہ عبادتیں ہمارے اندر جو مومنانہ صفات، دینی غیرت واسپرٹ پیدا کرنا چاہتی ہیں، وہ پیدا نہیں ہورہی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

مردے کے حق میں ثواب کیسے پہنچائیں؟

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الهندی للترجمة والتالیف، نئی دہلی

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔اس سے کسی انسان کو ہرگز رستگاری نہیں ہے۔ ہر شاہ وگدا،غنی وفقیر اور چھوٹے بڑے کو موت کا جام پینا ہے اور موت کے بعد جو زندگی شروع ہوتی ہے، اس میں کامیابی اور سرخروئی ہماری عبادتوں کا مقصد ہے۔انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لئے رب تعالیٰ نے خیر و بھلائی کی تمام راہوں کو آشکارا کردیا ہے اور بدی اور گناہ کی سبھی راہوں کو مسدود کردیا ہے۔شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسی عبادتیں اور نیکیوں کی نشاندہی کی ہے جنہیں اپنا کر ہم اس دنیا میں جہاں خوشحالی کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں، وہی موت کے بعد بھی ان اعمال حسنہ کا ثواب حسنہ حاصل کرسکتے ہیں۔ بھلا وہ کون انسان ہوگا جس کے سینے میں ایسے اعمال اور نیکیوں کو انجام دینے کی تڑپ موجود نہیں ہوگی اور وہ ان خیر و بھلائی کے کاموں کو اپنے ماتھے کا جھومر بنا کر سجانا نہیں چاہے گا۔یقینی طور پر ہر انسان دنیا وآخرت کی کامیابی کے لئے ایسے اعمال سے اپنے نامۂ اعمال کو مزین کرنا چاہے گا۔

انسان کو موت کے بعد جو نیکیاں پہنچتی ہیں، ہم انہیں دو خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔پہلی تو وہ نیکیاں ہیں جو دوسرے انجام دیتے ہیں لیکن اس کا ثواب مردہ انسان کو پہنچتا ہے اور دوسرے وہ اعمال ہیں جنہیں انسان اپنی زندگی میں انجام دیتا ہے اور مرنے کے بعد اس کے فوائد وثمرات سے محظوظ ہوتا ہے۔لہذا، جہاں انسان کو اس دنیا کے اندر نیک کام کرنے چاہئے ، وہی دوسرے لوگوں سے اپنے تعلقات بھی بہتر اور مستحکم رکھنے چاہئے کیونکہ خلق جہاں نقارہ خدا کے بمصداق آپ کے تعلق سے قائم کی ہوئی لوگوں کی رائے کو شریعت نے اہمیت دی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ اگر آپ کا اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعامل اچھا ہوگا تو لوگ آپ کی تعریف کریں گے، آپ کے اچھے کارنامے یاد رکھیں گے،آپ کے اخلاق وکردار کے چرچے کریں گے، آپ کے لئے دعائے خیر کریں گے لیکن جب آپ نے لوگوں کے اوپر ظلم وستم کئے ہوں گے،ان کے حقوق سلب کئے ہوں گے،آپ کا تعامل معاشرے میں بسنے والے افراد کے ساتھ اسلامی نہیں رہا ہوگا اور آپ چغلی،غیبت اور مکر وفریب جیسی قبیح عادتوں میں ملوث رہے ہوں گے تو پھر آپ کی موت کے بعد کوئی آپ کا تذکرہ تک نہیں کرے گا اور کرے گا بھی تو آپ کو آپ کی غلط حرکتوں کی بناء پر یاد رکھے گا۔لہذا، ہر شخص کو چاہئے کہ وہ نیکیوں کا خوگر بنے اور اپنے شب و روز کو اسلامی اسس اور بنیادوں پر ڈھالے، وہی اپنے آس پڑوس میں آباد لوگوں کے ساتھ اپنے اعمال وکردار اور اخلاق واطوار کو درست کرے تا کہ وہ حقیقی معنوں میں مسلمان بن سکے،اسلامی معاشرے میں اخوت و بھائی چارگی کی فضاء ہموار ہو اور ہم دنیا وآخرت میں نیکیوں سے اپنے دامن مراد کو بھر سکیں۔

☆**میت کے نیک اثرات اور صدقه جاریه** :شریعت اسلامیہ ایسے لوگوں کی کوششوں کی حد درجہ قدر کرتی ہے جو دنیوی زندگی میں اچھے کام کی پہل کرتے ہیں۔خود اس پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں میں بھی اسے رواج بخشتے ہیں تو ایسے انسان کو قیامت کی صبح تک جتنے لوگ اس نیکی اور بھلائی پر لوگ عمل کریں گے،انہیں اس کا ثواب ملتا رہے گا۔جریر بن عبداللہ بجلی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”من سن فی الاسلام سنة حسنة ،فله أجرها و أجر من عمل بها بعده، من غير أن ينقص من أجورهم شئ ،ومن سن فی الاسلام سنة سيئة ،كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده، من غير أن ينقص من أوزارهم شئ “ یعنی جس نے اسلام میں خیر کے کسی اچھے کام کی ابتداء کی تو اس کو اپنی نیکی کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا ثواب بھی اس کو ملے گا،نیکی کرنے والے لوگوں کی نیکیوں سے کمی کئے ہوئے بغیر اور جس نے اسلام میں بدی کا راستہ کھولا تو اس کو اپنی اس بدی کی سزا دی جائے گی اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ اس برائی کو اختیار کریں گے ان سب کے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔(صحیح مسلم/1017)

☆ **نیک اولاد کے اچھے اعمال**:والدین اپنے بچوں کی اصل اور بنیاد ہوتے ہیں اور بچوں کو نیک و بد بنانے میں والدین کا بہت بڑا رول ہوتا ہے۔چنانچہ اگر والدین بچوں کی صحیح تربیت کے ذریعہ انہیں نیک بنادیتے ہیں اور انہیں اسلامی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ کردیتے ہیں تو پھر یہ نیک اولاد جو نیک اعمال کرتی ہیں،ان کے ثواب میں بغیر کسی کمی کے، ان کے والدین بھی شریک ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:”وأن ليس للانسان الا ما سعى“(سورة النجم/39) یعنی اور یہ کہ انسان کو صرف اسی کے عمل کا بدلہ ملے گا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”ان أطيب ما أكل الرجل من كسبه و ان ولده من كسبه“ یعنی سب سے پاکیزہ غذا آدمی کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے۔ (سنن ابوداود/3528،سنن ترمذی/1358)

شیخ البانی کہتے ہیں کہ اس آیت اور حدیث کے مفہوم کی چند مزید حدیثیں بھی تائید کرتی ہیں جو بالخصوص والد کو اپنی نیک اولاد کے عمل مثلاً صدقہ، روزہ اور غلام آزاد کرنے وغیرہ سے فائدہ پہنچانے کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من دل على خير فله مثل أجر فاعله“ یعنی جس نے کسی بھلائی کی رہنمائی کی تو اس کے لئے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ (سنن ابوداود/ 3528) ماں باپ اولاد کی خیر و بھلائی پر رہنمائی کرتے ہیں اور بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا، اولاد کے نیک اعمال کا ثواب انہیں حاصل ہوتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے والدین کو بھی ثواب سے نوازتا ہے۔

☆ **صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور دعا کرنے والی اولاد:** ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له“ یعنی جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ یا علم جس کے ذریعہ فائدہ اٹھایا جائے یا اس کے لئے دعا کرنے والی نیک اولاد۔ (صحیح مسلم/ 1631)

☆ **قرآن مجید وقف کرنا، مسجد تعمیر کرنا اور نہریں کھدوانا:** انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سبع يجري للعبد أجرهن من بعد موته، وهو في قبره: من علم علما، أو كرى نهرا، أو حفر بئرا، أو غرس نخلا، أو بنى مسجدا، أو ورث مصحفا، أو ترك ولدا يستغفر له بعد موته“ یعنی سات اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب بندے کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے جبکہ وہ قبر میں ہوتا ہے۔ جس نے علم سکھایا، نہر کھودی، کنواں کھودا، درخت لگایا، مسجد بنائی، قرآن وقف کیا یا اولاد چھوڑ کر مرا جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے استغفار کرے۔ (صحيح الجامع الصغير/ 3602)

☆ **میت نے کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی، ہدایت کی دعوت دی، اللہ کی راہ میں پہرہ دیا یا جہاد کیا:** واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من سن سنة حسنة فله أجرها ما عمل به في حياته وبعد مماته حتى يترك، ومن سن سنة سيئة فعليه اثمها حتى يترك، ومن مات مرابطا في سبيل الله جرى له أجر المرابط حتى يبعث يوم القيامة“ یعنی جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لئے اس کا اجر ہے جو اس کی زندگی میں اور موت کے بعد اس پر عمل کیا جائے گا حتی کہ اسے ترک کر دیا جائے اور جس نے برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے مرا اس کے لئے پہریدار والا عمل جاری کر دیا جاتا ہے (یعنی اسے مسلسل ثواب ملتا رہے گا) یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اٹھایا جائے گا۔ (صحیح الترغیب والترہیب/ 65)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”رباط يوم و ليلة خير من صيام شهر و قيامه، وان مات جرى عليه عمله الذى كان يعمله، و أجرى عليه رزقه، وأمن الفتان“ یعنی ایک دن اور رات کا پہرہ ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر عمل ہے اور اگر وہ پہرے کی حالت میں وفات پاجاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب مسلسل جاری رہتا ہے، اس کے لئے رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور قبر و آخرت کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔ (صحیح مسلم/ 1913)

☆ **پودا لگانا اور کھیتی کرنا:** انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ما من مسلم يغرس غرسا، أو يزرع زرعا، فيأكل منه طير أو انسان أو بهيمة، الا كان له به صدقة“ یعنی اگر کوئی مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرندے، انسان یا جانور کھاتے ہیں تو اس کی وجہ سے اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (صحیح بخاری/ 2320، صحیح مسلم/ 1553)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ما من مسلم يغرس غرسا الا كان ما أُكل منه له صدقة، وما سُرق منه له صدقة، وما أكل السبع منه فهو له صدقة، وما أكلت الطير فهو له صدقة، ولا يرزؤه أحد الا كان له صدقة“ یعنی اگر کوئی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے تو اس درخت سے جو کچھ کھایا جائے گا، اس کے حق میں صدقہ ہوگا اور جو اس میں سے چوری کیا جائے گا وہ بھی صدقہ شمار ہوگا اور اس میں سے درندے جو کچھ کھائیں گے وہ بھی صدقہ اور جو کوئی بھی کچھ لے گا وہ بھی اس کے حق میں صدقہ ہوگا۔ (صحیح مسلم/ 1552)

امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ ایسے اعمال ہیں جو انسان خود کرتا ہے، زندگی میں بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے اس وقت تک ثواب ملتا رہے گا جب تک وہ درخت یا کھیتی اور اس سے نکلنے والا پھل اور اناج باقی ہے اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ (شرح مسلم ۱/ ۲۱۳)

یہ رہے وہ اعمال جنہیں انسان اپنی زندگی میں انجام دیتا ہے لیکن مرنے کے بعد بھی ان کے ثواب سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسے بھی اعمال بتائے ہیں جو کہ میت کے حق میں دوسرے انجام دیتے ہیں اور اس کے ثواب میت کو پہنچتے ہیں۔ اب مختصر کچھ ایسے اعمال درج ذیل سطور میں قلمبند کئے جارہے ہیں:

☆ **نماز جنازہ:** جب کوئی مسلمان مرجاتا ہے تو مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے لیکن اگر میت کے جنازے میں چالیس صالح لوگ شریک

ہوتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی دعاؤں کو قبول فرمالیتا ہے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:"مامن رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته أربعون رجلا لا يشركون بالله شيئا الا شفعهم الله فيه" یعنی جس مسلمان میت کی نماز جنازہ چالیس ایسے مسلمان ادا کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس میت کے حق میں ان کی سفارش کو ضرور قبول فرماتا ہے۔(صحیح مسلم/ 948)

☆**قبر کے پاس کھڑے ہوکر میت کے لئے دعاء مغفرت کرنا**: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہوکر فرماتے:"استغفروا لأخيكم واسألوا له التثبيت فانه الآن يسأل" یعنی اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور ثابت قدمی کا سوال کرو، اس لئے کہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔(سنن ابوداود/ 3221)

☆**قبرستان کی زیارت اور میت کے لئے دعائے مغفرت**: بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان في زيارتها تذكرة" یعنی میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔اب ان کی زیارت کیا کرو، وہ تمہیں آخرت یاد دلاتی ہیں۔(صحیح مسلم/ 977)

قبروں کی زیارت کا فائدہ زیارت کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے کہ اسے موت اور آخرت یاد آتی ہے۔زیارت کا تعلق میت سے نہیں ہے۔ہاں البتہ زیارت کرنے والا انسان مسلمان ہو اور وہ قبرستان میں مدفون مسلمانوں کے لئے دعا کرے تو اس کا فائدہ یقیناً فوت شدگان کو ہوتا ہے۔بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان تشریف لے جائیں تو یہ دعا پڑھا کریں:"السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله بكم للاحقون نسأل الله لنا ولكم العافية" یعنی سلام ہو تم پر اے (اس اجڑی بستی کے مومن و مسلمان باسیو! اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔(صحیح مسلم/ 975)

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیرت کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف فوت شدگان اور وحشت و ویرانے کے گھر کے مکینوں کے لئے رحم اور دعائے مغفرت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔(فقه السنة ۱/ ۵۶۶)

☆**میت کے حق میں مسلمانوں کی دعا**: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے لئے دعائے خیر کیا کریں اور فوت شدگان کا تذکرہ اچھائی کے ساتھ ہی کیا کریں بلکہ ایسے مسلمانوں کی تعریف کی ہے جو اپنے سے پہلے فوت شدہ مسلمانوں کے حق میں مغفرت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولاتجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم" (سورة الحشر/ 10) یعنی اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرمادے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ پیدا کر۔اے ہمارے رب! یقیناً تو بڑی شفقت والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے اور باہر نکل گئے۔میں نے اپنی لونڈی بریرہ کو آپ کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ دیکھے کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔چنانچہ وہ آپ کے پیچھے پیچھے گئی، یہاں تک کہ آپ بقیع قبرستان کے قریب پہنچ کر جتنی دیر ہوسکا، وہاں کھڑے رہے اور پھر واپس مڑے تو بریرہ میرے پاس پہلے ہی پہنچ گئی اور مجھے واقعہ کی خبر دے دی۔صبح ہونے تک میں نے آپ سے اس تعلق سے کوئی بات نہیں کی۔صبح ہوئی تو میں نے اس امر کا تذکرہ آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے بقیع والوں کی طرف بھیجا گیا تھا تاکہ میں ان کے لئے دعائیں کروں۔(سنن نسائی/ 2040، مسند احمد ۶/ ۹۲، مستدرک حاکم ۱/ ۴۸۸)

☆**میت کے قرض کی ادائیگی**: کوئی انسان قرض لیتا ہے اور اس کی ادائیگی سے پہلے ہی اس کی وفات ہوجاتی ہے تو پھر اس کی وجہ سے اس کی روح محبوس اور لٹکی رہتی ہے۔لہذا، اس قرض کی ادائیگی میں پہل کرنی چاہئے اور اگر ورثاء یا دوسرا کوئی میت کی طرف سے قرض ادا کردیتے ہیں تو میت کا ذمہ اس سے بری ہوجاتا ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يُقضى عنه" یعنی مومن کی روح اس کے قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے، حتی کہ اس کی جانب سے وہ قرض ادا کردیا جائے۔(سنن ابن ماجہ/ 2413، سنن ترمذی/ 1078)

☆ **نذر اور روزوں کی قضاء**: میت پر فرض روزوں کی قضاء ہو یا پھر نذر ہو تو اس کے ورثاء کو چاہئے کہ اس کی قضاء کریں۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کی ایک نذر کے متعلق فتوی طلب کیا جسے پورا کرنے سے پہلے وہ وفات پاچکی تھیں تو آپ نے فرمایا:"تم اس کی جانب سے نذر کو پورا کرو۔(صحیح بخاری/ 2761)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:"من مات و عليه صيام صام عنه وليه" یعنی جو شخص اس حالت میں وفات پا جائے کہ اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزہ رکھے گا۔(صحیح بخاری/1952،صحیح مسلم/1147)

☆ **میت کی طرف سے صدقه و خیرات کرنا**: میت کی طرف سے اگر صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اور وہ وصیت نہیں کر سکی اور مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتیں۔اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب انہیں حاصل ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہاں"۔(صحیح مسلم/1004)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ وفات پا گئیں جب کہ وہ ان کے پاس موجود نہیں تھے۔انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری عدم موجودگی میں میری والدی انتقال فرما گئیں۔اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب انہیں ملے گا؟ آپ نے فرمایا:"ہاں"۔وہ کہنے لگے: میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا یہ پھلدار درخت ان کی طرف سے صدقہ ہے۔(صحیح بخاری/2756)

☆ **میت کی طرف سے حج کرنا**: دوسرے لوگوں کے ذریعہ انجام دینے والی جن نیکیوں کا ثواب میت کو پہنچتے ہیں،ان میں سے حج بھی ہے کہ اگر میت پر نذر کا حج ہو یا واجبی حج ہو تو اس کے ورثاء میت کی طرف سے اگر قضاء کر دیتے ہیں تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نے پوچھا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ وفات تک حج نہیں کر سکی،کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا:"نعم حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين أكنت فاضيتهة؟ أقضو الله فالله أحق بالوفاء" یعنی تم اس کی طرف سے حج پورا کرو۔ذرا بتلاؤ! اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ اللہ کا حق ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔(صحیح بخاری/1852،صحیح مسلم/1149)

یہ رہے کچھ ایسے اعمال جنہیں اگر دوسرے لوگ میت کی طرف سے انجام دیتے ہیں تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں بلکہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جنتیوں کے درجات میں بڑھوتری کی جاتی ہے تو جنتی لوگ رب تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ انہیں بھلا یہ مقام کیوں کر حاصل ہوا تو رب تعالیٰ جواب دیتا ہے:"بدعاء ولدك لك" یعنی تیرے حق میں تیری اولاد کے تیرے حق میں دعا کرنے کی وجہ سے۔(الدعاء للامام الطبرانی ص/375، السنن الكبرى للبيهقى ۷/۷۸)

مندرجہ بالا سطور میں کتاب وسنت سے ثابت اعمال کا تذکرہ کیا گیا جن کا ثواب میت کو ملتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں بہت سارے لوگوں نے ایسے اعمال بھی اپنی طرف سے انجام دیتے ہیں جن کے بارے میں وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے ثواب بھی مردوں کو پہنچتے ہیں،حالانکہ کتاب وسنت اور اسلاف کرام کے عمل سے ان کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔افسوس تو تب ہوتا ہے جبکہ لوگ خودساختہ اعمال کو بڑی عقیدت اور نیازمندی سے انجام دیتے ہیں اور ان کے مقابلے میں شریعت سے ثابت اعمال کو لائق التفات نہیں سمجھتے۔ایسے اعمال میں سے جو ہمارے معاشرے میں رائج ہیں،انہیں انتہائی اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جا رہا ہے،اس مقصد سے کہ ہم لوگ ان سے پرہیز کر سکیں:

☆ **گالوں کو پیٹنا اور گریبان چاک کرنا**: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ليس منا من ضرب الخدود ،أو شق الجيوب،أو دعا بدعوى الجاهلية" یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے گالوں کو پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلیت کی پکار پکاری۔(صحیح بخاری/1298،صحیح مسلم/103)

یہی نہیں بلکہ اگر میت پر نوحہ خوانی ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"الميت يعذب في قبره بما نيح عليه" یعنی میت کو اس پر نوحہ خوانی کی وجہ سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔(صحیح بخاری/1292، صحیح مسلم/933,927)

☆ **فوت شدگان پر سورہ فاتحہ، سورہ یاسین اور قرآن پاک کی دوسری سورتوں کی تلاوت کرنا**: عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جس کی موت قریب ہوتی ہے،لوگ اس کے پاس بیٹھ کر سورہ فاتحہ،سورہ یاسین یا گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص وغیرہ پڑھتے ہیں اور بعض علاقوں میں قبرستان میں بیٹھ کر میت کے قبر کے پاس بھی قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کیا جاتا ہے حالانکہ ان سب چیزوں کا ثبوت قرآن وسنت میں نہیں ملتا ہے اور نہ ہی اسلاف کرام کے عمل سے ہی اس کا ثبوت ملتا ہے۔علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: احادیث مبارکہ میں مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کا کوئی ثبوت مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔اس لئے اس سے بچنا چاہئے،اس لئے عبادات میں اصل ممانعت ہے جب تک کہ کسی عبادت کی مشروعیت کا ثبوت کسی صحیح دلیل سے نہ ملے اس وقت تک وہ مشروع نہیں ہو سکتی۔(فتاوی اسلامیہ ۱/۵۲)

☆ **قبر پر پودا یا کھجور کی ٹہنی لگانا**: علامہ ابن باز رحمہ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں: قبروں پر درخت یا ٹہنی لگانا یا ان پر گندم یا جو وغیرہ بونا غیر مشروع عمل ہے۔اس لئے کہ یہ کام نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا،نہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا اور وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے دو قبروں پر ٹہنی لگائی تھی، وہ اس لئے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کردیا تھا کہ یہ دونوں عذاب قبر میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوران دونوں قبروں کے ساتھ مختص تھا۔اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو قبروں کے علاوہ اورکسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں فرمایا۔لہذا، مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ایسی بدعت کو مشروع نہ کریں جسے اللہ عزوجل نے مشروع نہیں کیا۔(فتاوی اسلامیہ۲/۵۲،احکام الجنائز للشیخ الالبانی/۲۵۳)

☆ **میت کے حق میں قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو اجرت پر حاصل کرنا**: مسلم معاشرے میں قرآن خوانی کا عام چلن ہے کہ اگرکسی کی وفات ہوجاتی ہے تو اس کے حق میں قرآن پڑھنے والوں کو اجرت پر حاصل کرتے ہیں۔حالانکہ یہ ایک بدعت ہے، اس وجہ سے کہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میت پر قرآن مجید پڑھنے اور اس کا ثواب میت کو پہنچانے کے لئے لوگوں کو اجرت پر حاصل کرنا مشروع نہیں ہے اور نہ علماء میں سے کسی نے اسے مستحب ہی قرار دیا ہے۔اسی طرح صرف تلاوت اور ایصال ثواب کی غرض سے قرآن پڑھنے والوں کو کرایہ پر حاصل کرنا بھی درست نہیں ہے، البتہ اگرمیت کی طرف سے ان لوگوں پر صدقہ کیا جائے جو قرآن پڑھتے ہیں تو اس سے میت کو فائدہ ہوگا اوراس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔(مجموع الفتاوی ۲۴/ ۳۰۰-۳۱۶)

نیز عوام الناس کے اندر یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ قرآن ختم کرکے اس کا ثواب میت کے حق میں بھیجا جاسکتا ہے جو کہ غلط تصور ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں: اس کے باوجود اسلاف کی یہ عادت نہیں تھی کہ جب وہ نفلی نماز یا روزہ یا حج یا تلاوت قرآن کرتے تو اس کا ثواب اپنے عام یا خاص مرحومین کو پہنچاتے، اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ سلف صالحین کے طریقے سے نہ ہٹیں۔اس لئے کہ ان کا طریقہ افضل اوراکمل تھا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(مجموع الفتاوی ۲۴/ ۲۳۶)

☆ **دسواں، بیسواں، چھلم اور برسی وغیرہ منانا**: ہمارے سماج میں یہ ایک بری عادت پائی جاتی ہے کہ انسان کے مرنے کے ہفتہ دن بعد، دسویں دن بعد، چالیسویں دن بعد یا ایک سال گزرنے کے بعد تمام رشتے دار یکجا ہوتے ہیں اوراس دن میت کو یاد کرتے ہیں۔مخصوص کھانا پکاتے ہیں اور میت کے حق میں دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں۔دراصل یہ اہل مصر وغیرہ کے یہاں قدیم زمانے میں پائی جاتی تھی اور پھر اس نے پوری دنیا میں اپنے پاؤں پھیلا دیئے۔یہ تمام چیزیں کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اعمال سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بدعت اور غیر شرعی عمل ہیں اوراس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ ان کاموں کی انجام دہی کرنی چاہئے جس کا ثبوت کتاب وسنت میں ملتا ہے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۷ کا)

کیا رمضان میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی رحمتوں، برکتوں اور بخششوں کی شکرگزاری کا یہی طریقہ ہے کہ رمضان کا مہینہ رخصت ہونے کے بعد گیارہ مہینے اللہ کی عبادت وبندگی سے آزاد ہوجائیں؟ کیا صرف رمضان کی عبادت ہماری نجات کے لئے کافی ہے؟ یا ایمان کے ساتھ خاتمہ ضروری ہے؟ کیا ہمارے پاس آئندہ رمضان تک باحیات رہنے کی گارنٹی ہے؟ اور کیا موت کا فرشتہ آنے سے پہلے آپ کو بتادے گا کہ میں آنے والا ہوں، میرے آنے سے پہلے توبہ کرلو ورنہ میرے آنے کے بعد کسی کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی؟ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس رمضان ہی عبادت کا موسم ہے، جو نیکی کرنی ہے وہ رمضان ہی میں کرلو، رمضان ختم، عبادت ختم، مسجد کی حاضری ختم، نماز کی پابندی ختم، کیا یہ نماز بھی ہم سے ساقط ہوسکتا ہے یہ تو ایک ایسی عبادت ہے جو ہر شخص پر اور ہر حالت (امن وجنگ) میں فرض ہے، اس فریضہ سے چھٹی کبھی نہیں لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ رمضان ختم ہوتے ہی ہماری مسجدیں سسکیاں لینے لگتی ہیں، کیا ہم رمضان کی عبادت کرتے ہیں اگر اس کی عبادت کرتے ہیں تو وہ چلا گیا لیکن اگر ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو یاد رکھیں وہ زندہ وجاوید ہے، اسے موت نہیں آسکتی۔

اورآپ کی عبادت رمضان میں قبول ہوئی یا نہیں تو اس کی بڑی علامت ونشانی یہ ہے کہ اگرآپ رمضان کے بعد بھی اپنے نیک اعمال پر قائم ہیں تو سمجھ جائیں کہ اللہ نے آپ کی اطاعت وعبادت کو قبول کرلیا اوراس قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس نے ان نیک اعمال کو Continius کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔اس لئے ہمیں رمضان کی عبادتوں کو قبولیت کی دعا مانگنی چاہیے چونکہ اصل چیز قبولیت ہی ہے اور یہی ہمارے اسلاف کا شیوہ وانداز رہا ہے۔

معلیٰ بن فضل بڑے تابعی کے الفاظ ہیں کانوا یدعون الله ستة اشهر أن يبلغهم رمضان ويدعون ستة اشهر أن يتقبله منهم (ابن رجب حنبلی/ لطائف المعارف) صحابہ چھ مہینے تک یہ دعا فرماتے کہ اللہ انہیں رمضان تک پہنچادے اور پھر چھ مہینہ تک دعا کرتے رہتے کہ رمضان کو ان کی طرف سے قبول فرمالے۔

یاد رکھیں ہم چوبیس گھنٹے اللہ کے بندے وغلام ہیں اور زندگی کی آخری سانس تک اس کی عبادت کرنی ہے، اورآخرت کے تمام فیصلے ایمان وعمل کی بنیاد پر کئے جائیں گے۔اپنے ہر عمل کو کتاب وسنت کے میزان پر تول لیجئے، کسی کام کو اگر میں نیک کہوں اورآپ نیک سمجھیں تو اس سے وہ نیک نہیں ہوتا جب تک وہ شریعت کے میزان پر پورا نہ اتر جائے۔پھر وہی نجات وکامیابی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

☆☆☆

اسلام میں وقت کی قدر و قیمت

تحریر: ڈاکٹر محمد احمد لوح
ترجمہ: عبد المنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

جو لوگوں کے حالات پر غور وفکر کرتا ہے، ان کے اوقات گذارنے کے طور طریقے جانتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کیسے کاٹتے ہیں، تو سمجھ لیجئے کہ اسے اس بات کی پوری واقفیت ہے کہ زیادہ تر مخلوق اپنے اوقات ضائع کرنے میں لگی ہوئی ہے اور عمر جیسی بیش بہا نعمت اور وقت جیسی قیمتی شے کے صحیح استعمال سے وہ محروم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے اوقات ایسے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور عمر ایسے اعمال میں ضائع و برباد کرتے ہیں جن کا کوئی نفع انہیں حاصل نہیں ہوتا۔ یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ گذرتے دنوں اور ختم ہوتے اوقات پر وہ کس قدر شاداں و فرحاں ہیں جبکہ یہ بھولے ہوئے ہیں کہ ان کی زندگی کا گذرنے والا ہر منٹ بلکہ ہر لمحہ انہیں قبر اور آخرت سے مزید قریب کر دیتا ہے۔

وقت ہی کا دوسرا نام زندگی ہے اور وہی انسان کی اصلی عمر ہے۔ جب وقت کی حفاظت ہر بھلائی کی اصل اور اس کی بربادی ہر برائی کی جڑ ہے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ مسلمان کی زندگی میں وقت کی قیمت اور اس کے تئیں اس پر کیا واجب ہے؟ وہ کون سے اسباب ہیں جو وقت کی حفاظت میں معاون ہو سکتے ہیں؟ کس ذریعے سے مسلمان اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ مند بنا سکتا ہے؟ وقت کی بربادی کے کیا اسباب ہیں؟ ان سب پہلوؤوں پر تھوڑی دیر ٹھہر کر غور وفکر کیا جائے۔ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عمروں میں برکت اور اعمال میں حسن پیدا فرما دے اور ہمیں وقت سے صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین

جب انسان وقت کی قدر و قیمت پہچان لے گا تو ظاہر بات ہے کہ اس پر اس کا ضیاع بڑا شاق گذرے گا۔ پھر مسلمان کا معاملہ تو بالکل ہی الگ اور مختلف ہے کہ جب اسے اپنے وقت کی اہمیت و قیمت کا ادراک ہو جائے گا تو وہ اس کی حفاظت کے لیے فکر مند ہوگا اور اسے ایسے کاموں میں لگائے گا جن سے اس کا رب راضی ہو۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انسان کا وقت حقیقت میں اس کی عمر ہی ہے۔ وقت ہی اس کی نعمتوں والی یا تنگی اور دردناک عذاب والی ہیشگی کی زندگی کی اصلیت ہے۔ یہ دنیا کی زندگی تو بادلوں کی طرح آنی جانی ہے پھر جس کا وقت اللہ کے لئے اور اس کے فرمان کے مطابق گذرے گا تو اس پر صحیح معنوں میں زندگی کا اطلاق ہوگا۔ ورنہ سب بیکار و بے معنیٰ ہے۔ جس نے اپنا وقت غفلت، بھول بھلیوں اور بیکار کی باتوں میں پاس کیا تو اس کے لئے موت زندگی سے بہتر ہے۔'' امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے وقت کی قدر کرے۔ اس کا ایک لمحہ بھی کسی ایسے کام میں صرف نہ ہو جس سے رب کا تقرب حاصل نہ ہوتا ہو۔ قول و عمل میں بہتر سے بہتر کا انتخاب کرے۔ بغیر سستی و کاہلی کے اس کی نیت بھلائی کے کاموں کے لئے ہمیشہ ہونی چاہئے۔

شریعت کی وقت کی جانب توجہ: مختلف ناحیے سے شریعت نے وقت کی جانب توجہ مبذول کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں وقت کے مختلف حصوں کی قسم کھائی ہے۔ جیسے رات، دن صبح، فجر، چاشت اور عصر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **والفجر ولیال عشر. واللیل اذا یغشیٰ. والضحیٰ. والعصر.** اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جو وقت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ وقت کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے غنیمت جاننا چاہئے۔ یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کی قسم کھائی ہے تو یہ اس کی اہمیت و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا مقصد توجہ دلانا اور اس کے فوائد سے آگاہ کرنا ہوتا ہے۔

حدیث میں وقت کی اہمیت: حدیث میں وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت کی بڑی تاکید آئی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے دن انسان سے وقت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کے قدم چار چیزوں کے بارے میں سوالات کے جوابات دئے بغیر ہل نہیں سکیں گے۔ عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں صرف کیا؟ جوانی کے بارے میں کہ اسے اس نے کہاں کھپایا، مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کہاں تک عمل کیا؟ (ترمذی) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر بھی دی ہے کہ وقت مخلوق کے لئے اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے لہٰذا بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر بجالائے ورنہ وہ نعمت چھین لی جائے گی اور ختم ہو جائے گی۔ وقت کی نعمت کا شکر اس طرح ادا کیا جائے کہ اسے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں استعمال کیا جائے اور نیکیوں کی ذخیرہ اندوزی کے لئے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ اپنا نقصان کرتے (غفلت میں رہتے) ہیں، ایک تندرستی اور دوسری فراغت (خالی وقت)۔ (بخاری)

وقت کا خیال رکھنا: انسان یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ مال ایک آنی

جانی چیز ہے، اس کی حفاظت کا پورا خیال رکھتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کے لئے یہ اور بھی ضروری ہے کہ وہ وقت کے سلسلے میں اور زیادہ فکرمند ہو اور اسے دین ودنیا دونوں کے فائدے کے لئے خوب استعمال کرے، خاص طور پر جبکہ وہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ وقت چلا جاتا ہے تو لوٹ کر نہیں آتا۔ ہمارے اسلاف وقت کا بہت خیال رکھتے تھے کیونکہ وقت کی قدر و قیمت انہیں بخوبی معلوم تھی۔ ان کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کوئی دن یا دن کا بعض حصہ یا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ وہ اسے نفع بخش علم حاصل کرنے اور نیک عمل کرنے یا دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ وقت کا اس سے بھی زیادہ خیال رکھتے تھے جتنا تم دینار ودرہم کا خیال رکھتے ہو۔

وقت کی ترتیب: وقت کے سلسلے میں ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کاموں کو مرتب کرے۔ دینی ودنیوی دونوں اعتبار سے ضروری اور غیر ضروری کاموں کی ترتیب بنائے۔ یہ نہ ہو کہ سب گڈمڈ ہو جائے اور اہم اور غیر اہم کی تمیز ہی باقی نہ رہے۔ بعض صلحاء کا کہنا ہے کہ بندے کے اوقات صرف چار طرح کے ہیں پانچ بھی نہیں۔ نعمت، مصیبت، اطاعت اور معصیت۔ بحیثیت بندہ آپ پر ان اوقات میں سے ہر ایک کا ایک حصہ ہے جس کا بحیثیت رب اللہ تعالیٰ تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ جس کا وقت رب کی اطاعت وفرمانبرداری میں گذرا تو وہ اللہ کا احسان مانے کہ اس نے اسے اس کی ہدایت دی اور حکم بجالانے کی توفیق بخشی۔ جس کا وقت نعمت میں گذرا تو وہ اس کا شکر بجالائے۔ جس کا وقت نافرمانی میں گذرا، وہ توبہ واستغفار کرے۔ اور جس کا وقت مصیبت میں گذرا وہ راضی برضا رہ کر صبر کا دامن تھامے رہے۔

فرصت کو غنیمت جانیں: فرصت ایک نعمت ہے، جس سے بہت لوگ غافل ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نہ تو اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ اپنا نقصان کرتے ہیں، ایک تندرستی اور دوسری فراغت (خالی وقت)۔ (بخاری) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت فرصت کو غنیمت جاننے کی ترغیب فرمائی ہے اور کہا ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ ان میں ایک چیز ''مشغول ہونے سے پہلے فرصت'' ہے۔ بعض علماء کا قول ہے: فرصت کے اوقات بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر بندہ اس کی قدر نہیں کرتا اور اسے نفسانی خواہشات پورا کرنے میں گذارتا ہے تو اللہ تعالیٰ قلبی تشویش میں مبتلا کر دے گا اور جو دل کی صفائی اسے نصیب تھی وہ اس سے چھین لی جائے گی۔ لہٰذا عقلمند انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے فرصت کے لمحات کو بھلائی کے کاموں میں لگائے ورنہ نعمت مصیبت میں بدل جانے کا اندیشہ ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مردوں کے لئے فرصت غفلت کا سبب ہے اور عورتوں کے لئے شہوت کا ذریعہ۔

وقت گذاری پر لوگوں کی خوشی: شب وروز گذرنے پر لوگوں کا خوش ہونا کس قدر تعجب خیز ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر منٹ بلکہ ہر لمحہ جوان کی عمر کا گذرتا ہے وہ اسے قبر اور آخرت سے اور قریب نیز دنیا سے اور دور کر دیتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

انا لنفرح بالایام نقطعها   وکل یوم مضی جزء من العمر

دنوں کے گذر جانے پر ہم خوشی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ ہر گذرنے والا دن عمر کا ایک حصہ ہے جو ختم ہو گیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ تیرا وجود دنوں کا ہی دوسرا نام ہے۔ جب ایک دن گیا تو تیرا ایک حصہ چلا گیا'' علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقت کی بربادی موت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ وقت کی بربادی اللہ تعالیٰ اور آخرت سے تیرا رشتہ منقطع کر دیتی ہے، اسی طرح موت دنیا اور اس کے مکینوں سے تیرا تعلق ختم کر دیتی ہے۔'' حضرت سری بن المغلس فرماتے ہیں: ''اگر مال کے نقصان پر تجھے غم لاحق ہوتا ہے تو عمر کے نقصان پر تو تجھے رونا چاہئے۔'' (صفوۃ الصفوۃ)

فرصت کے اوقات کا صحیح استعمال: فرصت کے اوقات کو اللہ کی کتاب قرآن کریم کے حفظ اور اس کے سیکھنے میں لگائیے۔ ایک مومن کے لئے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرصت کے لمحات کا یہ سب سے بہتر مصرف ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ (بخاری)

علم حاصل کرنا: سلف صالحین اس بات کے لئے سب سے زیادہ فکرمند ہوتے تھے کہ اپنے خالی اوقات کو علم حاصل کرنے میں لگائیں۔ اس کی مختلف شکلیں ہوتی تھیں: اہم دروس میں شرکت۔ فائدہ مند کیسٹ سننا، مفید کتابوں کا مطالعہ کرنا اور اسی طرح جو مسائل معلوم نہیں ہیں ان کے بارے میں علماء کرام سے معلومات حاصل کرنا۔

اللہ کا ذکر: اللہ کے ذکر اور اس کی یاد کے علاوہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو خالی اوقات کا صحیح مصرف ہو۔ یہ سب سے زیادہ سنہرا موقع اور آسان ترین عمل ہے جس میں نہ کوئی مال خرچ کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی کوئی محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو اس کی وصیت فرمائی تھی۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دیہاتی نے دریافت کیا: اسلام کے احکام وقوانین تو میرے لئے بہت ہیں کچھ تھوڑی سی چیزیں

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

قرآن اور ہم

پروفیسر ڈاکٹر غلام نبی

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

اس وقت مسلم امہ کے چند سلگتے ہوئے بنیادی مسائل ایسے ہیں جو مخلص، صاحبانِ عقل وبصیرت اور دردمند حضرات کی فکری اور عملی توجہ کی فوری مستحق ہیں اور ان کا اگر کوئی بروقت صحیح اور قابل عمل حل تلاش نہ کیا گیا تو ہمیں حرف غلط کی طرح دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ جن کی علامات صاف نظر آ رہی ہیں اور آخرت میں بھی ہمارا ٹھکانہ بہت برا ہوگا اور یہ ہماری قرآن کریم سے قطع تعلق کی سزا ہے۔ اس ضمن میں چند امور قابل توجہ ہیں۔

قرآن مجید اتنی بابرکت اور عظیم الشان کتاب ہے جس نے محمد بن عبداللہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سردار انبیاء، خاتم الانبیاء، رؤف ورحیم اور رحمت للعالمین بنا دیا۔ جو قیامت تک انسانیت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام قرآن وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا علمی وعملی نمونہ تھے کہ انہیں اللہ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سند عطا کر دی۔ قرآن مجید بنی نوع انسان کے لیے بالعموم اور مسلمان کے لیے بالخصوص اللہ کی طرف سے مقرر کردہ نصاب تعلیم وہدایت اور کامیابی کا ضامن ہے۔

افسوس کہ اس نور ہدایت سے ہم نے عملاً اپنا رشتہ توڑ دیا ہے۔ امتِ مسلمہ بدترین اخلاقی بحران میں مبتلا ہے۔ اس وقت مسلمان دنیا میں ایک ارب سے زائد ہونے اور تمام مالی وسائل کے باوجود یہود ونصاریٰ کے ظلم وستم اور جبر کا شکار ہو رہے ہیں۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

ہمارا فریضہ تو کلام اللہ کی مدد سے دنیا کی رہنمائی کرنا، امن وآشتی قائم کرنا اور قانون الٰہی نافذ کرنا تھا، لیکن بدقسمتی سے ہم خود ہی مغرب کے شیطانی کلچر کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ ”قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ عَلٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَ عَلَيۡكُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ اَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا وَّيُذِيۡقَ بَعۡضَكُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ“ (الانعام: ۶۵)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک دوسرے کو لڑائی کا مزا چکھا دے۔

ذرائع ابلاغ کے مؤثر ادارے (پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا) شب وروز قہر الٰہی کو دعوت دینے میں مصروف ہیں۔

اس وقت پوری قوم نے قرآن پاک کو پس پشت ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے پوری امت نفس امارہ اور شیطان کی پیروی میں ایک دوسرے کو مات کرنے میں سرگرداں ہے۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ہم تمام تر بداعمالیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بخشش اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اُولٰٓـئِكَ الَّـذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ، فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ“ (البقرہ: ۸۶)

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی، سو نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مدد ملے گی۔

پھر جو لوگ کلام الٰہی سے منہ موڑتے ہیں ان سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ، اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا، وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا“ (الکہف: ۵۷)

اور اس سے (زیادہ) ظالم کون (ہوسکتا ہے) جس کو اس کے پروردگار کے کلام سے سمجھایا گیا تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور وہ اعمال جو وہ پہلے کر چکا ہوان کو بھول گیا ہو ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ اسے سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ثقل (پیدا کر دیا کہ سن نہ سکیں) اور اگر آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو کبھی ہدایت پر نہ آئیں۔

اور پھر ارشاد باری ہے: ”وَكَذَّبَ بِهٖ قَوۡمُكَ وَهُوَ الۡحَقُّ“ (الانعام: ۶۶)

(اے نبیؐ) اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعالمین اور مومنوں کے لیے رؤف ورحیم ہیں۔ مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسے رحیم وشفیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے خلاف روزِ حشر، اللہ تعالیٰ کے حضور ایک زبردست استغاثہ یوں دائر فرمائیں گے۔ ”وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا“ (الفرقان: ۳۰)

(قیامت کے روز) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں فریاد کریں گے کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن پاک کو مہجور بنا دیا تھا۔ یعنی ایمان لانے کے باوجود قوم نے قرآن مجید کو ترک کر دیا۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی کی اس میں غور نہ کیا۔ اس سے غافل ہو گئے۔ اس کو حکم الٰہی کے مطابق سوچ سمجھ کر نہ پڑھا۔ اس کتاب رشد وہدایت کو اسلامی مملکت کا آئین تسلیم نہ کیا۔

ہمیں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اپنے آپ کو بدل کر قرآن کے تابع فرمان ہو جاتے، دنیا سے ظلم وستم، دہشت گردی، فحاشی اور ناانصافیوں کو ختم کرنے کے لیے قرآنی نظام قائم کرتے۔ مگر ہم نے قرآن کریم کے احکام کو اپنی خواہش کے مطابق بدل دیا۔ کچھ آیات

مبارکہ کو مانا اور کچھ کا صاف انکار کر دیا، جس کی تصدیق ارشاد الٰہی سے ہوتی ہے۔

''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ، فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ، وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْن''(البقرہ:۸۵)

کیا تم کتاب اللہ کے بعض احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو، تو تم میں سے جو ایسی حرکت کریں، ان کی سزا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں۔

اگرچہ یہ آیت مبارکہ یہود کے لیے نازل ہوئی تھی لیکن آج اس کا پورا پورا اطلاق مسلم امہ پر ہوتا ہے، کتنے دکھ اور افسوس کا مقام ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ذرا غور فرمائیں! کیا ہماری موجودہ حالت بالکل یہی نہیں ہے ہم نے قرآن پاک کو خود ساختہ مذہب کی رسیوں میں جکڑ رکھا ہے۔ اسرائیلیات، غلط تاویلات اور موضوع احادیث نے قرآن عظیم سے پوری طرح مستفید ہونے کا جذبہ ہی ختم کر دیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس زیادتی اور ظلم کے خلاف بارگاہ الٰہی میں دعوے دائر فرما دیں گے تو پھر ہمارے لیے کون سی راہ نجات باقی رہ جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے تو ماقبل ہی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے قرآن مجید کو جھٹلا دیا ہے۔ ہمیں متنبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَار''(الحشر:۲) اے آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو۔ شاید ہمارا یہ رویہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم مانتے ہیں جو کہ بلاشبہ وہ ذات کبریا ایسی ہی ہے۔ لیکن ''وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْن'' سے ایمان اٹھ گیا ہے کیونکہ تقریباً پوری قوم دن رات ہر حرام و ناجائز ذرائع سے راتوں رات امیر ترین بننے کی کوشش میں مصروف ہے۔

''وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ''(احزاب:۲) اور جو (کتاب مبین) تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کئے جانا۔

''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا''(الانفال:۴۶) اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا۔

ہماری حالت اس حد تک قابل رحم ہے کہ حقوق اللہ، حقوق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، حقوق العباد، حقوق الحیوانات، حقوق النباتات، حقوق الارض اور حسن اخلاق سے متعلق کبھی سوچا تک بھی نہیں کہ ان کے پورے کرنے کے کیا احکامات اور تقاضے ہیں؟ دین کے بنیادی ارکان پر ہم جو عمل کر رہے ہیں وہ عیاں ہے۔ دولت اور اقتدار کے حصول کے لیے تمام اخلاقی اور شرعی حدود پھلانگ رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اس زبردست وعید کو بھول چکے ہیں۔

''اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا، ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ''(التوبہ:۶۳)

کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرتا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ (تیار ہے) جس میں ہمیشہ (جلتا) رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

ہم نے رضائے الٰہی و شفاعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت الفردوس کا مفت پرمٹ حاصل کرنے کے لیے۔

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں، لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

کا ترنم سے ورد کرنا کافی سمجھ رکھا ہے۔ مگر بدکاری اور ذلت آمیز روش جو کہ دین الٰہی اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو، اس کے ترک کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں، کیا ایسا تحفہ معبود و منعم حقیقی اور محبوب الٰہی کو پیش کرنے کے قابل ہو سکتا ہے؟ شرم سے گردن جھک جاتی ہے! جبکہ ارشاد باری ہے۔ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً''(البقرہ:۲۰۸)

مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے۔ اس لیے اپنی مخلوق کے لیے اپنے اوپر رحمت لازم قرار پائی ہے۔ جوش رحمت میں فرماتا ہے۔''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ''(آل عمران:۳۱)

اے نبی کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان دو آیات مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے ہمیں معیاری اسلام کا آئینہ دکھایا ہے۔ اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ آئینہ الٰہی میں اپنے چہرے غور سے دیکھیں کہ کتنے ٹیڑھے یا سیدھے دکھائی دیتے ہیں۔

اس سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ ہم کس حد تک اللہ تعالیٰ کی بخشش اور شفاعت کے حقدار ہیں۔ نیز ہمارے ایمان کامل اور اعمال صالح و اخلاق حمیدہ میں جو کمی و کجی رہ گئی ہو۔ اس کو نیک نیتی سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ احسن الکلام کلام اللہ واحسن الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ دونوں رشد و ہدایت کے چشموں سے فیض یاب ہونے کے لیے ہمیں خلوص نیت سے قرآن وسنت کے احکامات پر عمل کرنے سے دنیا میں عزت و احترام اور آخرت میں جنت الفردوس اور رضائے الٰہی نصیب ہوں گے۔ باغیانہ روش اور نافرمانی کی صورت میں دونوں جہانوں میں ذلت و رسوائی، اللہ رب العزت کی ناراضگی اور جہنم میں بُرا ٹھکانہ ملے گا۔

☆☆☆

دنیا اور آخرت

مولوی بشیر اللہ اعظمی

دنیاوآخرت کا تقابل قرآن وحدیث میں بکثرت پایا جاتا ہے جس سے دنیا کی بے ثباتی اورآخرت کی بقاء پر عبرت انگیز روشنی پڑتی ہے لغت میں ’’الدنیا نقیض الاخرۃ‘‘ یعنی دنیا آخرت کی بالکل ضد ہے۔حیات دنیوی کے بارے میں ارشاد ہے: اِعۡلَمُوۡٓا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ وَّزِیۡنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ كَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَكُوۡنُ حُطَامًا وَفِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ وَّمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٌ وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَآ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ (حدید: ۲۰) کہ لوگو! جان لو کہ دنیاوی زندگی ایک کھیل کود ہے اور بناؤ سنگار اور آپس میں فخر وغرور کرنا مثل بارش کے ہے کہ جس کی روئیدگی نے کسانوں کو خوش کردیا پھر وہ لہلہا اٹھتی ہے پھر تم اسے روز دیکھتے ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے اور آخرت میں (دنیاداروں کے لئے) سخت عذاب ہے اور دینداروں کے واسطے نجات اور دنیاوی زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے۔

دیکھئے قرآن کریم کے اسلوب بیان میں ایک تمثیلی پہلو بھی ہے جس سے مشکل سے مشکل چیز بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دنیاوی زندگانی کو بچوں کے کھیل کود سے تشبیہ دیتے ہوئے تین باتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں دنیاداروں کی ساری مرادیں آجاتی ہیں اس لئے بچپن میں وہ کھیل وتماشہ کے عادی اور جوانی میں زیب وزینت کے دلدادہ وشیدائی ہوتے ہیں اور کہولت میں فخر وغرور میں مست رہتے ہیں۔اور بڑھاپے میں مال ودولت اور آل واولاد میں ایک دوسرے پر تفوق وبرتری کی خصلت دامن گیر ہوجاتی ہے اور انہیں واہیات وخرافات میں عمر عزیز گذر جاتی ہے اس حسن فانی کی مثال ہرے بھرے اور لہلہاتے ہوئے سبزوں اور پودوں سے دی گئی ہے جنہیں بارش اگا کر کسانوں اور کاشت کاروں کے لئے ایک بہترین سین اور دل کش منظر پیدا کردیتی ہے اور ہوائیں انھیں نیست ونابود کرڈالتی ہیں ٹھیک یہی نقشہ انسانی زندگی کا بھی ہے کہ ابتدائے جوانی میں خوب تروتازہ اور شکیل وجمیل رہتا ہے پھر زوال پذیر ہونے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے اعضاء کمزور ہوتے جاتے ہیں تا آنکہ ایک دن پروانہ موت آپہنچتا ہے اور وہ زیر زمین دفنا دیا جاتا ہے کسی شاعر نے سچ کہا ہے کہ:

نکہت گل کہتی جاتی ہے زبانِ موج سے
قابل نظارہ رنگ گلشنِ عالم نہیں

اور دنیا کو دھوکے کی ٹٹی فرمانے کا مطلب یوں سمجھئے کہ کوئی شخص کسی پرانی چیز پر روغن چڑھا کر فروخت کرے اور کوئی نادانی سے اسے نئی سمجھ کر خریدے تو اسے فریب خوردہ ہی کہا جائے گا۔اسی طرح آدمی اس خیال میں پڑ کر کہ ہمیں دنیا میں ابھی بہت جینا ہے عبادت الٰہی چھوڑ کر خرافات میں غرق ہوجاتا ہے اور جب اچانک موت آپہنچتی ہے تو اسے یہ زبردست دھوکہ معلوم ہوتا ہے۔

یہی عبرت آموز تمثیل سورہ یونس میں بھی ایک ظالم وسرکش قوم کے ذکر کے بعد بڑے مؤثر انداز میں پیش کی گئی ہے۔ارشاد ہوا۔اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ مِمَّا یَاۡكُلُ النَّاسُ وَالۡاَنۡعَامُ حَتّٰۤی اِذَآ اَخَذَتِ الۡاَرۡضُ زُخۡرُفَهَا وَازَّیَّنَتۡ وَظَنَّ اَهۡلُهَآ اَنَّهُمۡ قٰدِرُوۡنَ عَلَیۡهَآ اَتٰىهَآ اَمۡرُنَا لَیۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا حَصِیۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ (یونس:۲٤)

سوائے اس کے کہ دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا پس اس کے ساتھ زمین کی وہ روئیدگی مل گئی جس کو انسان وحیوان کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین اپنی تروتازگی اور زیب وزینت اختیار کرجاتی ہے اور کاشت کار سمجھتے ہیں کہ اب ہم اس پر قابض ہیں پس ہمارا حکم رات یا دن کو آتا ہے پھر ہم انھیں اس طرح کاٹ ڈالتے ہیں گویا کل وہ تھی ہی نہیں اس طرح ہم نشانیوں کو کھول کھول کر اس قوم کے لئے بیان کرتے ہیں جو غور وفکر کرتی ہے۔

یعنی زمین جب بارش کی وجہ سے ہر طرح کے پھول پھل اور رنگ وروپ سے آراستہ وپیراستہ ہوجاتی ہے اور جو تنے بونے والوں کو یقین کامل ہوجاتا ہے کہ اب انھیں آج ہی کل میں کاٹ کر گھر لائیں گے۔اتنے میں پتھر یا پالے پڑجاتے ہیں یا آندھی آجاتی ہے اور تمام ہری بھری کھیتی چومر ہوجاتی ہے۔

بالکل یہی کیفیت حیات انسانی کی بھی ہے کہ روح انسانی مثل پانی آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جسم انسانی اس سے مل کر تروتازہ ہوجاتا ہے اور جوان ہوکر خوب کماتا ہے کہ آگے چل کر عیش وآرام کریں گے اتنے میں پیام اجل آپہنچتا ہے اور ساری انسانی تمنائیں خاک آلود ہوجاتی ہیں سچ ہے۔

زمانہ جام بدست وجنازہ بردوش است

اور یہی مضمون سورہ کہف میں یوں مرقوم ہے۔
وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا (الکہف:۴۵) اورآپ ان کے لئے مثال بیان فرمادیجئے دنیاوی زندگی کی مثل پانی کے جس کو ہم نے آسمان سے برسایا ہے پس زمین کی روئیدگی اس کے ساتھ مل گئی پھر چوراچورا ہوگئی جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اوراللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی ہمارے زوال وفنا کی مثال ان سبزوں اور پودوں کی سی ہے جنھیں بارش اگادیتی ہے اوران کے پھول وپھل سے ہرطرف ایک کیف آور وروح پرور منظر ہوتاہے پھر چند دنوں میں بادمخالف کے جھونکے انھیں چوراچورا کردیتے ہیں پھر ہوائیں ان کو ہرطرف اڑائے پھرتی ہیں۔اسی طرح اس دنیا میں مال واولاد کی کثرت سے خوب چہل پہل اور رونق محفل رہتی ہے پھر جہاں نقارہ اجل بجا تو سب ہیچ اسی لئے اللہ رب العزت نے آگے چل کر مال واولاد کو دنیاوی زندگی کی زینت فرماتے ہوئے باقیات صالحات کی یوں مدح فرمائی:

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا (الکہف:۴۶) کہ مال واولاد، دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں (اعمال صالحہ) تمہارے رب کے نزدیک (آخرت میں) باعتبار ثواب وآرزو کے بہتر وعمدہ ہیں۔

دیکھئے ان مذکورہ بالا آیتوں میں اللہ رب العزت نے دنیا کی تحقیر وتذلیل کی طرف اشارہ فرمایاہے جس سے صاف معلوم ہوتاہے کہ اس کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر وقیمت نہیں چنانچہ ان آیتوں کی تفسیر وتوضیح ذیل کی روایتوں سے بخوبی ہوجاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوكانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة، ما سقى كافرا منها شربة ماء ابدا (ترمذی) اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ کبھی کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔

ایک بار آپ کا گذر ایک مردہ بکری پر ہوا تو پوچھا کہ کون ہے جو اس کو ایک دینار پر خریدے۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ کوئی نہیں،آپ نے فرمایا کہ اچھا مفت ہی لے لو۔صحابہ کرامؓ نے کہا کہ حضور بھلا اگر یہ زندہ ہوتی تو بھی بیکار ہی تھی یہ تو مرگئی ہے اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: والله الدنيا اهون على الله من هذا عليكم (مسلم) کہ خدا کی قسم! دنیا اللہ تعالی کے نزدیک اس بے کان والی بکری سے کہیں زیادہ ذلیل وخوار ہے جو تمہارے نزدیک بیکار ہے۔ مذمت دنیا آپ نے اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں فرمائی الا ان الدنيا ملعونة ملعون ما فيها، الاذكر الله وماوالاه، وعالم اومتعلم (ترمذی)

کہ آگاہ رہو بیشک دنیا اور ہروہ چیز جو دنیا میں ہے مردود ہے مگر اللہ کا ذکر اور جواس کے مشابہ ہے یا جسے وہ درست رکھتا ہے اوراہل علم اور طالب علم۔آپ نے ایک بار فرمایا کہ خدا کی قسم دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر دیکھے کہ اس کی انگلی میں کتنا پانی اٹھتا ہے۔ظاہر ہے کہ ایک دوقطرہ سے زیادہ نہیں ہوگا۔پس اتنا ہی دنیا آخرت کے مقابلہ میں قلیل وذلیل ہے۔ایک مرتبہ آپ کسی بوریے یا چٹائی پرآرام فرماتے تھے۔جس کا نشان آپ کے جسم اطہر پر پڑ گیا۔صحابہ کرام نے اسے دیکھ کرعرض کیا کہ اے حضور ہم آپ کے لئے ایک گدا بنانا چاہتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:''مالي وللدنيا؟ ما أنا في الدنيا الا كراكب استظل تحت شجرة، ثم راح وتركها. (ترمذی وغیرہ) یعنی مجھے دنیا سے الفت نہیں، میں تو دنیا میں اس طرح ہوں جیسے کوئی راہی سوار سفر میں کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرتا ہے پھر وہاں سے چل دیتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں مونڈھوں کو پکڑ کر فرمایا۔كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل کہ دنیا میں راہی مسافر کی طرح رہو۔وعد نفسك من اصحاب القبور اور ہمیشہ اپنے تئیں مردوں میں شمار کرتے رہو۔ظاہر ہے موت سے غافل رہ کر انسان آخرت سے غافل ہوجاتا ہے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا: فوالله لا الفقراء اخشى عليكم ولكنى اخشى عليكم ان تبسط الدنيا عليكم كما بسطت على من كان قبلكم فتنا فسوها كما تنافسوها فتهلككم كما اهلكتهم (صحیحین) کہ بخدا میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا لیکن اس بات سے خوف کھاتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیلادی گئی تھی۔پس دنیا سے تم پوری رغبت رکھوگے جیسا کہ انہوں نے رکھی اور وہ تم کو ہلاک کرڈالے گی جس طرح انھیں ہلاک کرڈالا۔اسی مفہوم کو شاعر جلیل ابوالعتاہیہ نے اپنے ان دونوں شعروں میں ادا کیا ہے۔

نزلنا ھاھنا ثم ارتحلنا
کذا الدنیا نزول وارتحال
یظن المرء فی الدنیا خلودا
خلود المرء فی الدنیا محال

کہ ہم یہاں کچھ ٹھہرے پھر کوچ کیا۔اسی طرح دنیا اترنے اور کوچ کرنے کی جگہ ہے انسان سمجھتا ہے کہ ہم کو یہاں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے حالانکہ یہ غیر ممکن ومحال ہے۔

انسانو! دنیا کی بہترین زندگی وہی ہے جو ان دونوں میں ہمہ وقت مقابلہ کرتی رہے اور آخرت کی زندگی کو ترجیح دے اس تصور کے ساتھ کہ جو زندگی گذرے گی وہ زندگی خیر ہوگی اور اس کا انجام بہتر ہوگا رسول خدا ہمیشہ ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار دعا فرماتے رہتے۔ہمیں بھی ہر وقت یہ دعا یاد رکھنی چاہیے۔ ☆☆

امت محمدیہ کی چند نمایاں خصوصیات

طارق اسعد
متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

دین اسلام اپنی گوناگوں خصوصیات اور متنوع ومختلف صفات کے سبب تمام ادیان و مذاہب کے درمیان ایک نمایاں اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے، واقعی یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے چند سالوں بعد ہی یہ دین پوری دنیا میں پھیل جاتا ہے، چپہ چپہ اسلام کی روشنی سے منور ہوجاتا ہے، ہر گوشے اور ہر علاقے کے لوگ ذات پات اور رنگ ونسل کے اختلاف کے باوجود جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ آخر اسلام کی وہ کون سی خصوصیات تھیں جن کے سبب یہ دین لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا؟

دین اسلام کی سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین وحی الٰہی پر مبنی ہے، اس کی تمام تر تعلیمات اللہ رب العالمین کی جانب سے نازل شدہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (السجدۃ:۲) ہاں یہ درست ہے کہ اس وقت دنیا میں اور بھی مذاہب پائے جاتے ہیں جن کی تعلیمات منزل من اللہ تھیں، مگر گردش زمانہ کے ساتھ اوران کی اپنی مکاریوں اور دسیسہ کاریوں کے سبب ان میں اس قدر تحریف ہوئی کہ آج ان کی شکل مسخ ہوکر رہ گئی ہے، عیسائیت اور یہودیت کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کا مذہب بھی آسمانی ہے مگر اس آسمانی مذہب کو انہوں نے اپنی سیاہ کاریوں کے سبب تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ انسائکلو پیڈیا برنا ٹیکا کے مطابق ''اناجیل میں ایسے نمایاں تغیرات دانستہ کیے گئے ہیں، جیسے پوری پوری عبارتوں کو کسی دوسرے مآخذ سے لے کر کتاب میں شامل کر دینا یہ تغیرات صریحا کچھ ایسے لوگوں نے بامقصد کیے ہیں جنہیں اصل کتاب کے اندر شامل کرنے کے لیے کہیں سے کوئی مواد مل گیا اور وہ اپنے آپ کو اس کا مجاز سمجھتے رہے کہ کتاب کو بہت یا زیادہ مفید بنانے کے لیے اس کے اندر اپنی طرف سے اس مواد کا اضافہ کردیں، بہت سے اضافے دوسری صدی ہی میں ہو گئے تھے اور کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ماخذ کیا تھا'' (بحوالہ تفہیم القرآن ، مولانا ابوالاعلی مودودی ، ۵/۴۶۴) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ''میں تفصیلا یہود ونصاری کی تحریفات کا ذکر کیا ہے۔

یہیں سے امت محمدیہ کی دوسری خصوصیت بھی سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کو تحریف، کذب، تاویل، اور اہل باطل کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رکھا، چنانچہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود اسلام کے دونوں سرچشمے قرآن وسنت ہنوز صاف وشفاف موجود ہیں جیسا کہ اللہ رب العالمین نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہوئے فرمایا تھا ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:۹) ذرا غور کریں کہ اس عالم ہست وبود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے، سیکڑوں اور ہزاروں مذاہب ومکاتب فکر وجود پذیر ہوئے، سیکڑوں مفکرین و مصلحین پیدا ہوئے اور گذر گئے مگر آج ان میں سے کتنوں کا نام ہمیں معلوم ہے؟ کتنے افراد کی سیرت تاریخ میں مستند سندوں کے ساتھ محفوظ ہے؟ اور کتنے مکاتب فکر کی تعلیمات بے کم وکاست موجود ہیں؟ بقول علامہ شبلی ''اس قسم کی زبانی روایتوں کے قلمبند کرنے کا موقع جب دوسری قوموں کو پیش آیا تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں، جن کے راویوں کے نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا، تھوڑے زمانے کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں''۔

لیکن مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا، سیکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اس کام میں صرف کر دیں، انہیں تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت کم از کم لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں۔'' (خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی، ص:۶۴)

یہی وجہ ہے کہ امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین چیزوں کے سبب خصوصیت بخشی ہے، جو اس امت سے پہلے کسی اور کو نہیں دی گئی تھی، علم الاسناد، انساب اور اعراب۔'' (شرف اصحاب الحدیث، خطیب بغدادی، ص۴۰)

اسلام کی اس خصوصیت کا مستشرقین بھی اعتراف کرتے ہیں، ڈاکٹر اسپرنگر کا کہنا ہے کہ ''نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری ہے نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔'' (سیرۃ النبی از شبلی نعمانی، ۱/۳۹)

دین اسلام کی تیسری عظیم الشان خصوصیت اس کا اعتدال اور وسطیت ہے، یہ ایسا دین ہے جو افراط اور تفریط کے درمیان حسن اعتدال سے عبارت ہے، عبادات ہوں یا معاملات، اخلاق ہوں یا آداب، جنگ ہو یا امن غرضیکہ اسلام نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں وسطیت کی وکالت کی، تشدد اور غلو پر سختی سے نکیر فرمائی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸) کہ تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ نیز نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''**إن الدين يسر**'' (بخاری:۳۹) کہ دین آسان ہے۔

غور کریں کہ دیگر مذاہب کے شعبہ ہائے زندگی میں کس قدر افراط وتفریط تھی کہ پیشاب کا چھینٹا پڑنے پر نجاست کی جگہ کو کاٹنے کا حکم تھا، شوہر کی وفات کے بعد بیوی کو اس کی لاش کے ساتھ زندہ جل جانا پڑتا تھا، صوم وصال رکھا جاتا تھا یعنی انسان زندگی بھر کا روزہ رکھتا تھا یہاں تک کہ بھوک سے اس کی موت ہو جاتی تھی، عبادت گذاری کے لیے راہب اور زاہد عام لوگوں سے کٹ کر پہاڑوں کی گپھاؤں میں زہد وتبتل کی زندگی گذارتے تھے، غرضیکہ افراط وتفریط کے ایسے ایسے مظاہر تھے کہ ان کے سبب اکثر انسان اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا تھا، مگر اسلام نے ان سب امور پر قدغن لگاتے ہوئے اعتدال اور وسطیت کی راہ اختیار کی، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے'' **يسروا ولا تعسروا ،و بشروا ولا تنفروا**'' (الصحیحۃ :۱۱۵۱) یعنی آسانی پیدا کرو، مشکل نہیں، خوشخبریاں سناؤ اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ اور اسی وسطیت کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرۃ ۱۴۳) ہم نے اس طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

مذہب اسلام کی چوتھی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین کامل ہے، اس کی تعلیمات زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، عام طور سے دیگر مذاہب کی تعلیمات عبادت، ریاضت اور عبادت خانوں تک محدود رہتی ہیں، معاملات، حقوق، بیع وشراء، طرز معاشرت، اخلاقیات وغیرہ سے انہیں زیادہ سروکار نہیں ہوتا، مگر اسلام کی یہ خوبی دیکھیے کہ اس کی ہدایات زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہیں، مسلمان کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، رہن سہن، چال چلن، گفتگو، بات چیت، سب کے لیے اس مذہب میں رہنمائیاں موجود ہیں، جسے دیکھ کر ایک یہودی بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ یہ کیسا دین ہے جو بول و براز تک کے طریقے بتاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے جہاں بیع وشراء کے پر پیچ مسائل کی گتھیاں سلجھائی ہیں، حج، زکات، روزہ، نماز کے احکامات اور ان کے اسرار سے پردہ اٹھایا ہے، عقائد والہیات کے گوشے وا کیے ہیں وہیں فرد کے عائلی مسائل، انسان کی نجی زندگی کے تمام گوشوں پر گفتگو کیے ہیں اور ہر ایک کے لیے تفصیلا یا اجمالا فرمودات بیان کیے ہیں، آپ حدیث کی کتابوں کے ابواب پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ جہاں ایمان و عقائد کی گفتگو ہے وہیں بیوع، خصومات، صلح، طلاق، نفقات، اطعمہ، لباس، اشربہ، ادب، استئذان وغیرہ وغیرہ مسائل کے متعلق ابواب بھی ساتھ ہی نظر آئیں گے، بقول علامہ سید سلیمان ندوی ''اسلام کی نگاہ میں آپ ﷺ کی حیات ایک مسلمان کے لیے کامل نمونہ ہے، اس لیے اس نمونہ کے تمام پہلو سب کے سامنے ہونے چاہئیں، اور سب کے سامنے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی زندگی کے سلسلہ میں کوئی کڑی گم نہیں ہے، کوئی واقعہ زیر پردہ نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ تاریخ کے صفحات میں آئینہ ہے اور یہی ایک ذریعہ کسی کے کامل، معصوم اور بے گناہ یقین کرنے کا ہے، نیز ایسی ہی زندگی جس کے ہر پہلو اس طرح روشن ہوں، انسان کے لیے نمونہ کا کام دے سکتی ہے''۔ (خطبات مدراس، ص۹۶)

ان چند خصوصیات کے علاوہ علما نے احادیث کی روشنی میں اور بھی بہت سارے امتیازات ذکر کیے ہیں، جن میں سے وہ مشہور حدیث بھی ہے کہ **أعطيت خمسا لم يعطهن قبلي** کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا تھا ''دشمنوں پر ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب مسلط کر دیا گیا ہے، پورے روئے زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک بنادی گئی ہے اس لیے جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہو وہاں نماز پڑھی جا سکتی ہے، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا حالاں کہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، مجھے شفاعت سے سرفراز کیا گیا، اور میری بعثت تمام لوگوں کی طرف ہوئی جب کہ پہلے کا ہر نبی کسی مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔'' (صحیح الجامع الصغیر:۱۰۵۶)

ان کے علاوہ اس امت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ امت دنیا وآخرت میں تعداد کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہوگی، دوسری امتوں پر جو بے پناہ پابندیاں تھیں انہیں اللہ نے اس امت سے اٹھالیا ہے، یہ امت تمام امتوں پر بروز قیامت گواہ ہوگی، سب سے پہلے یہ پل صراط عبور کرے گے، سب سے پہلے جنت میں اسے ہی داخلہ نصیب ہوگا، اس امت کے ستر ہزار افراد بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔

متذکرہ بالا امتیازات کے علاوہ اور بھی بہتیری خصوصیات ہیں جو اس امت کو دوسری امتوں سے ممتاز کرتی ہیں، ہم پر یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم پہلے خود انہیں جانیں، اور پھر دوسروں کو بھی ان منور تعلیمات سے بہرہ ور فرمائیں، یقین مانیں کہ جب دنیا ان سب امتیازات سے متعارف ہوگی تو اسلام کی طرف کھنچی چلی آئے گی۔

☆☆☆

پڑوسی کے آداب

فواد بن عبدالعزیز الشلہوب
ترجمہ: مولانا محمد نعیم محمد شفیع سلفی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًـا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ (النساء:٣٦)

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ سے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما زال جبرئيل يؤصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه (رواه البخاري: ٦٠١٤)

''جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کی نسبت وصیت کرتے رہے یہاں کہ میں سوچنے لگا کہ عنقریب اس کو وارث بنا دیا جائے گا۔''

۱۔ پڑوسی کی تکریم وعزت اور اس کی بابت وصیت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں پڑوسی کے بارے میں حکم دیا ہے: والجار ذي القربى والجار ذي الجنب ''قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

قرابت دار پڑوسی کے دو حقوق ہیں: ایک حق قرابت کا، اور دوسرا پڑوسی ہونے کا۔ دور کا پڑوسی، اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے۔ اور دونوں کی تکریم وعزت کرنی چاہیے اور ان کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں پڑوسی کے حق میں تاکید آئی ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مازال جبرئيل يؤصيني بالجار حتى ظننت سيورثه ''جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کی نسبت وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں سوچنے لگا کہ عنقریب اس کو وارث بنا دیا جائے گا۔'' (رواہ البخاری (۶۰۱۴)، ومسلم (۲۶۲۴)، واحمد (۲۳۷۳۹)، والترمذی (۱۹۴۲)، وابوداؤد (۱۵۵۱)، وابن ماجہ (۳۶۳۷))

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شیخ ابومحمد بن حمزہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ پڑوسی کی بابت جو حکم آیا ہے اس کی تعمیل کرتے ہوئے حسب طاقت وصلاحیت پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا چاہیے جیسے ہدیہ بھیج کر اور اس کو سلام بھیج کر اور ملاقات کے وقت خندہ پیشانی سے مل کر اور اس کے احوال پوچھ کر اور اس کی ضرورت پر اس کا تعاون کر کے اور تکلیف دہ اسباب کو دور کر کے، اس کے علاوہ مختلف قسم کے احسانات کرنے چاہئیں خواہ حسی ہو یا معنوی (فتح الباری: ۱۰/۴۵۶)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: خير الأصحاب عندالله خيرهم لصاحبه وخير الجيران عندالله خيرهم لجاره ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک لوگ وہ ہیں جو اپنے ساتھیوں کے لیے نیک ہوں اور اللہ کے نزدیک بہتر پڑوسی وہ لوگ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہوں۔'' (رواہ الترمذی (۱۹۴۴)، اور اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے، ورواہ احمد (۶۵۳۰)، مسند امام احمد بن حنبل کے محققین نے کہا ہے کہ اس کی سند قوی ہے اور مسلم کی شرط پر ہے حدیث نمبر (۶۵۶۶)، والدارمی (۲۴۳۷)

فائدہ: پڑوسی کا لفظ شامل ہے مسلم وکافر وعابد وفاسق ودوست ودشمن اور مسافر ومقیم اور نفع بخش وتکلیف دہ اور قریبی واجنبی اور جو گھر سے قریب ہے اور جو گھر سے دور ہے ان تمام مذکورہ لوگوں کو پڑوسی کہا جائے گا اور ان پڑوسیوں میں بعض بعض سے اعلیٰ ہوتے ہیں تو جس کے اندر اول درجے کی تمام صفات اکٹھا ہو جائیں تو اس کو تمام حقوق اس کے حسب حال دیا جائے گا اور اس کے برعکس جس کے اندر دوسری صفات جمع ہوں تو ہر ایک کو اس کے حسب حال اس کا حق دیا جائے گا اور کبھی دو صفتیں آپس میں متعارض ہو جائیں تو اکثریت کی بنیاد پر ترجیح دی جائے گی یا برابری کا درجہ دیا جائے گا اسی بات کو فتح میں کہا گیا ہے۔ (فتح الباری (۱۰/۴۵۶)

جب اللہ کے رسول ﷺ نے خصوصی طور پر قریب والے پڑوسی کو ہدیہ دینے کا حکم دیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ قریب کے پڑوسی کا حق دور کے پڑوسی پر مقدم ہے۔ اس سلسلے میں قریب رہنے والے پڑوسی کا حق اس لیے ہے کہ وہ دیکھتا ہے ان چیزوں کو جو چیزیں پڑوسی کے گھر میں داخل ہوتی ہیں بخلاف دور والے پڑوسی کے، اور قریب والا پڑوسی کسی مشکل پر جلدی پہنچ جائے گا خاص طور پر غفلت کے اوقات میں اور اس بات کو حافظ نے کہا ہے۔ (فتح الباری (۱۰/۴۶۱) اور اکثر لوگوں نے حافظ کی تائید کی ہے اور یہ لوگ قریب کے پڑوسی کو خصوصیت دیتے ہیں اس لیے کہ قربت کی وجہ سے وہ عنایت وتوجہ کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت دور والے پڑوسی کے۔

پڑوسی کے حقوق: ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنے گھر کی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے یا رسی باندھنے سے یا دیوار پر چھت لگا کر گھر بنانے سے منع نہ کرے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے:

لايمنع أحدكم جاره أن يغرز خشبة فى جداره ''تم میں سے کوئی اپنے

پڑوسی کو دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے۔'' (رواہ البخاری (۱۶۰۹) مسلم (۲۴۶۳)، احمد (۲۳۶۷)، الترمذی (۱۳۵۳) ابوداؤد (۳۶۳۴) ابن ماجہ (۲۳۳۵) مالک (۱۴۶۲)

لیکن اس سلسلے میں چند امور کی رعایت کرنی چاہیے۔

اول: دیوار کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

دوم: پڑوسی اس کے لیے انتہائی ضرورت مند ہو۔

سوم: دوسرا کوئی طریقہ نہ ہو جس کے ذریعہ عمارت بنانا ممکن ہو سوائے پڑوسی کی دیوار کا سہارا لئے۔

ان مذکورہ بالا امور میں سے کسی ایک وجہ سے اگر خلل ہو تو پڑوسی کی دیوار سے فائدہ اٹھانا اور اس پر ٹیک لگانا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس سے اس کو نقصان ہو رہا ہے اور شریعت کا اصولی حکم ہے: لا ضــرر ولا ضــرار نہ تو تکلیف اٹھانا اور نہ تو دوسرے کو تکلیف دینا ہے۔'' (رواہ ابن ماجہ (۲۳۴۰)، علامہ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے حدیث نمبر (۱۹۱۰-۱۹۱۱)

۳۔ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے: کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے پڑوسی کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچائے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سختی سے منع کیا گیا ہے اس شخص کو جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچایا اور مزید... ایمان باللہ اور یوم آخرت اور پڑوسی کے اذیت پہنچانے کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح ایک ساتھ ملا دیا ہے جس میں پڑوسی کی اذیت کے خلاف ہمارے لیے عظیم دلیل ہے۔ جیسا کہ فرمان رسول ہے:

مـن كـان يـؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے'' (رواہ البخاری (۶۰۱۸) ومسلم (۴۷) واحمد (۷۵۷۱)

اور دوسری حدیث میں ہے جس کو ابوشریح نے روایت کیا ہے:

ان الـنبـي ﷺ قـال: والـله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن قيل من يا رسول الله الذى لا يأمن جاره بوائقه (بوائق کے معنی غوائل یعنی ہلاکت او شرہ یعنی اس کی برائی۔ او ظـلمه اس کا ظلم او غشه یعنی اس کا معنی بھی ظلم ہے لسان العرب۔ مادہ بوق ہے۔ (رواہ البخاری (۶۰۱۰)

''آپ ﷺ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا قسم اللہ کی وہ مومن نہیں ہو سکتا تو آپ سے کہا گیا کون مومن نہیں ہو سکتا اے اللہ کے رسول ﷺ تو آپ نے فرمایا جس کے ظلم و شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لا يـدخـل الـجنة من لا يأمن جاره بوائقه ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا ہے جس کے ظلم و شر سے اس کا پڑوسی نہ محفوظ ہو'' (رواہ مسلم (۴۶)، مسند احمد میں مسلم کے لفظ کی طرح ہیں (۸۶۳۸) اور بخاری کے مثل الفاظ ہیں ابوشریح کی روایت سے (۷۸۱۸) اور اس میں نفی ہے بوائقہ کی (قالوا يا رسول الله ومابوائقه قال شره'' لوگوں نے کہا بوائق ہے کیا اے اللہ کے رسول تو آپ نے فرمایا اس کی برائی۔

شریح کی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے شخص کے ایمان کی تین بار نفی کی ہے جس کے ظلم و زیادتی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ اس سے مراد وہ پڑوسی ہے جو اپنے پڑوسی کے ظلم و زیادتی سے مامون و محفوظ نہ ہو، وہ کامل الایمان نہیں ہے اس نے اپنی نافرمانی اور اپنے اس ظلم کے ذریعہ اپنے ایمان کو ناقص کر ڈالا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبردار کیا ہے کہ وہ پڑوسی جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے ظلم و ستم سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو اس سے مراد کیا ہے اس کو اللہ زیادہ جانتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ ابتداءً جنت میں داخل نہیں ہوگا اس لیے کہ حدیث کے تمام نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ موحد جنت میں داخل ہوگا اگرچہ جنت میں جانے سے قبل عذاب دیا جائے اور یا تو اللہ کی سنت متقاضی ہے کہ جس کے ظلم سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو تو وہ کافر ہو کر مرے گا۔

پڑوسی کی اذیت کبھی کبھار مختلف ہوتی ہے۔ بعض اذیتیں بہ نسبت دوسری اذیت کے ہلکی ہوتی ہیں اور بعض بڑی ہوتی ہیں، بعض مصائب جو پڑوسی کو پہنچتے ہیں وہ بڑے ہوتے ہیں اور یہ اذیت و تکلیف جو پڑوسی کی بیوی کو پہنچتی ہے وہ اللہ کے نزدیک عظیم گناہوں میں سے ہے۔ اس نسبت سے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

ان تـجـعـل لـلـه ندا وهو خلقك قلت: ان ذلك لعظيم قلت: ثم أى؟ قـال: وأن تقتل ولدك تخاف أن يطعم معك قلت: ثم أى؟ قال: أن تزانى حـليلة جارك سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے تو میں نے کہا یقیناً یہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا پھر کون تو آپ نے کہا کہ تم اپنے لڑکے کو قتل کر دو اس ڈر سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا میں نے کہا پھر کون تو آپ نے کہا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔ (رواہ البخاری (۴۴۷۷)، ومسلم (۸۶) واحمد (۴۰۹۱) والترمذی (۳۱۸۲)، والنسائی (۴۰۱۳)، وابوداؤد (۲۳۱۰)

فائدہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے لگا تو آپ نے کہا جاؤ اور صبر کرو تو وہ آپ کے پاس دو بار یا تین بار آیا تو اس کے بعد آپ نے کہا جاؤ اور سامان راستہ میں ڈال دو تو اس آدمی نے آ کر اپنا سامان ڈال دیا تو لوگ آ کر اس سے پوچھتے تو وہ لوگوں کو اپنی بات بتلاتا تو لوگ اس کے پڑوسی کو لعنت کرنے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسا کرے ایسا کرے تو اس کے پاس اس کا پڑوسی آیا اور اس سے کہا لوٹ چلو تم میری طرف سے ناپسندیدہ چیز آئندہ نہیں دیکھو گے۔ (رواہ ابوداؤد (۵۱۵۳) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔

☆☆☆

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں

حبیب اللہ عبدالرشید سلفی

مذہب اسلام دین فطرت ہے وہ تقاضائے فطرت اور انسانی وحدت و یکتائی کے پیش نظر تمام انسانوں کو متحد دیکھنا چاہتا ہے قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرقہ بندی، اختلاف وانتشار سے مسلمانوں کو روکا ہے اور یہ واضح کردیا ہے کہ اختلاف وانتشار مشرکین اور اہل کتاب کا شیوہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:''مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا، كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ''(الروم:۳۰-۳۲)

اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں نہ مل جاؤ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود بھی گروہ گروہ ہوگئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اتحاد واتفاق سے بڑھ کر قوم میں کوئی طاقت نہیں، قوم کی تمام قوتوں کی اصل اصیل یہی اتحاد واتفاق ہے۔اس کی رسی سب سے زیادہ مضبوط ہے اور تخلیق انسانی کے بعد سے لے کر اب تک وہی قوم کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے جس قوم وملت میں اتحاد واتفاق ہے شریعت مطہرہ کی اصل نوع انسان کی اخوت ووحدت ہے۔اور تمام رسولوں کی بھی یہی تعلیم تھی، لیکن ہر قوم اور ہر مذہب کے پیروکاروں نے اس سے انحراف کیا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ملک، ہر قوم، ہر نسل نے اپنے منہج الگ الگ بنالیئے جب کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے:''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ'' (الحجرات:۱۰)اختلاف ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے قوم کی اجتماعی طاقت وقوت ختم ہوجاتی ہے پھر قوم دشمن کے شکار بن جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بڑی شدت کے ساتھ اس سے روکا ہے ارشاد ربانی ہے:''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا،اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ''(الانفال:۴۶)اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد اس بات سے ڈرایا کہ تم اختلاف اور تنازع نہ کرو، ورنہ تمہاری اجتماعیت ختم ہوجائے گی اور تمہارا رعب جاتا رہے گا ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی قباحت کو بیان کیا اور عذاب عظیم کی وعید سنائی ہے جو مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں فرمایا:''وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ،وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ''(آل عمران:۱۰۵)

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا،انہیں لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

لوگ محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لیے اختلاف اور تفرقہ کی راہ اختیار کرتے ہیں جب کہ قرآن کریم نے مختلف اسلوب اور پیرائے سے بار ہا مختلف مقامات پر اختلاف کی قباحت وبرائی بیان کی ہے اور اس سے اجتناب کی تاکید کی ہے۔

خالق کائنات نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا،وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا،كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ''(آل عمران:۱۰۳)

اللہ کی رسی سب مل کر تھامے رہو اور مختلف فرقوں میں نہ بٹ جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کا یہ انعام یاد رکھو کہ جب تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالی جس کے نتیجہ میں تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی باتیں کھول کھول کر بتاتا ہے تاکہ تم راہ یاب رہو۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے قلب میں الفت ڈالی تھی لوگوں نے الفت کے بدلے پھر عداوت اختیار کرلی جہاں بھائی چارگی کا معاملہ ہونا تھا عدم الفت ومحبت کی وجہ سے دشمنی کا معاملہ ہو رہا ہے دوزخ کے کنارے سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے جنت کی راہ دکھائی مگر لوگوں نے دوزخ کی راہ کو اختیار کیا اتنی واضح آیتیں آنے کے باوجود اگر راہ یاب نہ ہوں تو کون سی کتاب، کون سی ایسی آیت اور کون سی ایسی نشانی نازل ہوگی جسے اختیار کرکے انسان خصوصا امت مسلمہ راہ یاب ہوگی۔

مذکورہ آیتوں کی روشنی میں یہ باتیں واضح ہوجاتی ہیں کہ مسلمانوں کو ہر میدان میں متحد رہنا چاہیئے خواہ دنیاوی ہو یا دینی، اصولی مسائل ہوں یا فروعی، مگر عصر حاضر میں مسلمانوں میں جس قدر نا اتفاقی کا مہلک اور عالم گیر مرض پھیلا ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں، اسلام جس کے درس اتفاق کا دنیا میں کسی وقت چرچا تھا اور لوگوں نے اس کو اپنے گلے کا ہار بنایا تھا آج اس کا چرچا ختم ہو رہا ہے مسلمان افتراق کی وبا کے بری طرح شکار ہیں ایک طرف خود مسلمانوں میں مسلکی، سیاسی، وطنی، علاقائی، قومی، حسب ونسب، رنگ ونسل، ذات پات کا اختلاف ہے، دوسری طرف اسلام دشمن طاقتوں کے فتنہ کا۔

کفار ومشرکین کی ایک بڑی تعداد مسلمانوں کے صفوں میں اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعہ اختلاف پھیلانے کی خطرناک سازش کررہی ہے بلکہ مسلمانوں کے خلاف بین الاقوامی سازشیں ہورہی ہیں۔ اسلامی حکومتیں تباہ وبرباد کی جارہی ہیں، سرسبز وشاداب بستیاں کھنڈرات میں تبدیل کی جارہی ہیں، آبادیوں کو ویران، بچوں کو یتیم اورعورتوں کو بیوہ بنایا جارہاہے۔ یہ ایک ناقابل فراموش اور دل خراش واقعہ ہے تاریخ میں ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ یہ گھناؤنا برتاؤ ہورہاہے نازیبا حرکتیں ہورہی ہیں اور مسلمان غفلت کی نیند سورہے ہیں، غفلت ولاپرواہی کے طوفان میں مبتلا ہیں۔

مسلمانو! اللہ کے واسطے اٹھو، خواب غفلت سے ہوشیار ہوجاؤ کیا تمہیں خبر نہیں اپنا پیارا اسلام جہاں اور تمام باتوں کی تعلیم دیتاہے وہاں سب سے پہلے اتحاد واتفاق کا سبق پڑھاتاہے پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اب بھی ایک پلیٹ فارم پر آنے کو تیار نہیں۔ اب بھی ان کے اندر حسد، بغض، نفاق، عداوت، دشمنی، اختلاف وانتشار باقی ہے، ان کے اس کردار کی وجہ سے دوسری قومیں طعنہ زن ہیں انہیں اس طرح بے سروساماں دیکھ کر مضحکہ اڑارہی ہیں۔

یہ سب آخر کیوں ہوا اور کیوں ہوتا ہے؟ موقع ملتے ہی فرقہ پرست اور اسلام دشمن جماعت کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرڈالتی ہے جس سے مسلمانوں کی جانیں بھی ہلاک ہوتی ہیں اور مال بھی برباد ہوتاہے۔

محترم قارئین! دراصل اس کا واحد سبب مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کا فقدان ہے انہوں نے احکام الٰہی ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا''، پر عمل نہیں کیا ''وَلَا تَنَازَعُوْا''، ''وَّلَا تَفَرَّقُوْا'' کو نہیں سمجھا نتیجۃً ''فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُم'' کے مصداق قرار پائے۔

لوگو! یہ دورانفرادیت کا دور نہیں یہ دوراجتماعیت کا دور ہے اجتماعی کوشش اجتماعی جدوجہد اور اجتماعی عمل وکردار کا متقاضی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازش کرنے والے سامراجی طاقتوں کے نقابوں کو نوچ کر پھینک دیا جائے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں اتحاد و اتفاق کو اپنائیں، ایک دین کی کڑی میں منسلک ہوجائیں واعتصموا بحبل اللہ جمعیا پر عمل کریں تفرقہ بازی اور تنازع سے اجتناب کریں رحماء بینھم اور اشداء علی الکفار کا نمونہ بن جائیں اور قرآن وحدیث ہی کو مشعل راہ بنائیں۔ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۴ کا)

مجھے بتادیجئے جن پر میں (مضبوطی سے) جمارہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری زبان ہروقت اللہ کی یاد اور ذکر سے تر رہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

نوافل خوب پڑھنا: اللہ کی فرماں برداری اور نفس کی تربیت وتزکیہ میں عمر کے بیش قیمت اوقات کو صرف کرنے کا سب سے اہم ذریعہ کثرت سے نوافل کا اہتمام کرناہے۔ علاوہ ازیں فرائض کی ادائیگی میں جو کمی وکوتاہی سرزد ہوجاتی ہے اس کی بھی ان سے بھرپائی ہوتی ہے۔ مزید برآں بندے کو اس سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتاہے: ''اور بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتارہتاہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتاہوں۔'' (بخاری)

اللہ کی طرف بلانا: بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، مسلمانوں کی خیرخواہی کرنا اور اللہ (کے دین) کی طرف بلانا جو کہ انبیاء کرام کا مشن ہے یہ سب عمر کے بیش قیمت اوقات کو لگانے کے بہترین مصرف اور سنہرے مواقع ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف: ۱۰۸) ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلارہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔''

صلہ رحمی: رشتے ناطے جوڑنا یہ بھی جنت میں داخل ہونے، رحمت کے حصول، عمر میں برکت اور روزی میں کشادگی کا ذریعہ ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جو شخص چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو اور عمر دراز ہو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری)

روزانہ بچے ہوئے اوقات کو غنیمت جاننا: نمازوں کے بعد، اذان وتکبیر کے درمیان، آخری تہائی رات، اذان کی آواز سنتے وقت، فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک کے سبھی اوقات مزید عبادتوں کے مواقع سے جڑے ہوئے ہیں جن میں شریعت نے عبادت کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس طرح بندہ بڑا اجر وثواب حاصل کرسکتاہے۔

فائدہ مند چیزیں سیکھنا: وقت کا صحیح استعمال یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے بچے ہوئے اوقات کو نفع بخش مہارت اور فائدہ مند زبانوں اور معزز پیشوں کو اس مقصد سے سیکھنے میں صرف کرے کہ وہ ان سے اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچائے گا۔

☆☆☆

زبان کی حفاظت

محمد رضوان عالم اسلامی

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ سماجی زندگی میں اکثر مصیبتوں کی وجہ آدمی کی زبان ہوتی ہے۔ زبان کی بے احتیاطی گھر کے اندر اور گھر کے باہر انسان کے لئے بے شمار مسائل کھڑا کر دیتی ہے۔ اگر آدمی زبان کو قابو اور کنٹرول میں رکھے یا کم از کم ایسا کرے کہ نازک لمحات ومواقع پر خاموش رہے تو وہ یقینی طور پر غیر مناسب باتوں سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

دنیا کے تمام مصلحین ومفکرین نے زبان کے محتاط استعمال پر زور دیا ہے مثلاً گوتم بدھ کا قول ہے۔

زبان ہم کو اس لئے دی گئی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے خوشگوار باتیں کریں نہ کہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچائیں۔

ہندی کی کہاوت ہے۔

تلوار کے وار کی نسبت زبان کا وار زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

حکماء کا کہنا ہے۔

بے وقوف آدمی کا دل منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند آدمی کی زبان دل میں

اور یڑن کا قول ہے۔

خالی دماغ اور قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبان ایک دوسرے کے قریبی دوست ہیں۔

فرینکلن نے کہا ہے۔

پاؤں کی لغزش کے بعد سنبھلا جا سکتا ہے مگر زبان کی لغزش کھانے کے بعد سنبھلنا مشکل اور دشوار ہے۔

عربی کہاوت ہے۔

جاہل کی زبان اس کی مالک ہوتی ہے اور عقل مند کی زبان اس کی خادم

افلاطون نے کہا ہے۔

اگر بات کو دیر تک سوچ سمجھ کر منہ سے نکالو تو تم کبھی شرمندہ نہیں ہوگے۔

سویٹ نارڈین کا کہنا ہے۔

اگر آدمی کے پاس اچھے بول ہوں تو اچھی صورت نہ ہونیکی وجہ سے بھی لوگوں کو اچھا معلوم ہوگا۔

عربی کا مقولہ ہے:

”جو شخص ناپسندیدہ بات کہے گا وہ ناپسندیدہ بات سنے گا۔

(ماخوذ مواعظ حسنہ جلد چہارم)

اسی لئے معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ نے زبان کے متعلق یہاں تک ارشاد فرمایا: من یضمن لی بین لحیہ وبین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ (ترمذی) جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما تھے اچانک ابوجہل آ گیا۔ اوران کے درمیان بیٹھ گیا۔ محفل میں بیٹھتے ہی حضور ﷺ اور صحابہ عظام کو برا بھلا کہنے لگا۔ صحابہ کرام خاموشی کے ساتھ ان کی باتوں کو سنتے رہے اوران کی بدزبانیوں کو برداشت کرتے رہے۔ جب ان کی باتیں برداشت سے باہر ہوگئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بری باتوں کا جواب دینا شروع کیا اوراسے برا بھلا کہنے لگے۔ اتنا ہونا تھا کہ حضور ﷺ محفل سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دامن تھام لیا۔ اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ہم سے کیا گستاخی یا بے ادبی ہوئی ہے کہ آپ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس محفل میں رحمت کا فرشتہ نہیں رہتا وہاں محمد کیسے رہ سکتا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے نہیں سمجھا۔

آپ نے فرمایا: ابوبکر ابھی ابھی ابوجہل تمہیں برا بھلا کہہ رہا تھا اور تم خاموشی سے اس کی بدزبانیوں کو سن رہے تھے تو اس مجلس میں رحمت کا ایک فرشتہ موجود تھا۔ جو ابوجہل کی بری باتوں کے بدلے ہم سب پر اللہ کی رحمت بھیج رہا تھا۔ لیکن جب تم نے اپنے دشمن کو برا بھلا کہنے کے لیے اپنی زبان کو کھولا تو رحمت کا فرشتہ یہاں سے چلا گیا۔

زبان کا بے جا استعمال مثلاً گالی دینا، غیبت وچغلی کرنا، دوسروں پر الزام لگانا کسی کو برے القاب سے یاد کرنا، طعن وتشنیع کرنا اور ایک دوسروں کا مذاق اور تمسخر واستہزاء اور ہنسی اڑانا یہ سب بری باتیں ہیں قرآن مجید اور احادیث رسول میں ان کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (سورہ حجرات: پارہ ٢٦ آیت: ١١)

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے

بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔

قرآن بلیغ نے مذاق اڑانے والی عورتوں اور مردوں کو مقید کر دیا اور صاف واضح کر دیا کہ کوئی مسلمان مرد اور عورت کسی کا مذاق نہ اڑائے اور ایک دوسرے کو برے القاب اور برے ناموں سے نہ پکارے کون جانتا ہے کہ جس فرد کا مذاق اور ہنسی اڑائی جا رہی ہے وہ اس سے بہتر اور اچھا ہو۔

عربی کا مقولہ ہے من ضحك ضحك جو کسی کی ہنسی اڑائے گا اس کی بھی ہنسی اڑائی جائے گی۔ آپ کسی پر ہنسئے آپ پر بھی کل ہنسا جائے گا۔ قرآن عزیز نے سکھلایا کہ عام لوگوں سے بات کرو تو شیریں اور میٹھی زبان سے کرو۔ وقولوا للناس حسنا وقولوا قولا معروفا پھر بات کرنے میں وقار و متانت کا بھی خیال رکھو۔ وقولوا قولا كريما بزرگوں سے بات کا موقع آئے تو ادب سے کرو۔

لسانی برائیاں مسلمانوں میں اس قدر پھیلی ہوئی ہیں کہ ان کے گھناؤنے پن کا احساس ہی جاتا رہا۔ بظاہر یہ چیزیں معمولی نظر آتی ہیں۔ لیکن درحقیقت کسی کا سر اور سینہ پھاڑ کر رکھ دینے سے کہیں زیادہ مضر ہیں۔ سمجھنے کے لئے کوئی شخص ان باتوں کو خواہ کتنا ہی معمولی سمجھے۔

کیونکہ جب کوئی برائی کثرت سے سماج میں کی جانے لگے تو کثرت اور استعمال کی وجہ سے اسے معمولی سمجھا جانے لگتا ہے۔ اذا كثر الامساس قل الاحساس زنا کتنی خوفناک چیز ہے مگر بعض قوموں میں یہ چیز عام اور اس کے کرنے میں کوئی قباحت نہیں محسوس کرتے۔ یہی بات نسائی لغزشوں کے متعلق بھی بے خوف وخطر کیا جا سکتا ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک سفر میں حضور پاک ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت میں لے جانے کا باعث بنے اور جہنم جیسی خوفناک اور وحشتناک چیز سے دور کرے آپ نے فرمایا اے معاذ تم نے بہت بڑی بات پوچھی اور یہ بہت آسان ہے جس پر مالک دو جہاں آسان اور سہل کر دے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس مالک کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز ادا کرو۔ زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو۔ اور خانہ کعبہ کا حج کرو۔

پھر رحمت اللعالمین نے فرمایا کیا میں تم کو بتاؤں کہ معروف اور بھلائی کے دروازے کیا ہیں؟ سنو روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہ کو اس طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو اور رات کو خاموشی میں نماز پڑھنا اور پھر فرمایا کیا میں تم کو بتاؤں کہ دین کا سرا کیا ہے اور اس کا ستون کیا ہے اور اس کی چوٹی کیا ہے؟

حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا ضرور بتائیے یا رسول اللہ ارشاد ہوا اس کا سرا سلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔

پھر فرمایا کیا میں تم کو بتاؤں ان تمام چیزوں کی جڑ اور بنیاد کیا ہے؟ معاذؓ نے کہا۔ ضرور بتائیے اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا كف عليك خدا اس کو روکے رکھو۔ میں نے کہا اے خدا کے رسول ﷺ ہم جو کچھ بولتے ہیں کیا انکا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں تم کو گم کرے لوگ اپنی زبان کی بدولت ہی آگ میں منہ کے بل گرائے جائیں گے۔

مسند احمد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا علمني عملا يدخلني الجنة مجھے ایسا عمل بتائیے جو جنت میں لے جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا گردنوں کو آزاد کرو۔ دودھ والی اونٹنی دوسرے کو دودھ پینے کے لئے دو۔ قطع تعلق کرانے والوں سے تعلق جوڑو۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ پیاسے کو پانی پلاؤ لوگوں کو بھلی بات بتاؤ اور بری بات سے روکو۔

آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا فان لم تطق ذلك فكف لسانك الا من خير اگر تم ایسا نہ کر سکو تو اپنی زبان کو روکو اور کلمہ خیر کے سوا کچھ نہ نکالو۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں؟ پھر پوچھا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا گیا۔ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

اب ہم اندازہ کریں کہ ارشادات رسول کی روشنی میں زبان کی کتنی اہمیت ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

اسعد اعظمی، بنارس

تعارف کتاب

قرآن وسنت کا سائنسی اعجاز

دین اسلام تمام جن وانس کے لیے اللہ رب العزت کا آخری اور پسندیدہ دین ہے۔ قیامت تک یہ دین باذنہ تعالیٰ باقی رہے گا اور ہدایت ورہنمائی کے لیے کافی ہوگا۔ اس دین کی اساس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ دین کی بقا اور حفاظت کا مطلب کتاب وسنت کی بقا اور حفاظت ہے۔ اس حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ ساڑھے چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی یہ دونوں مصادر لفظ بلفظ اور حرف بحرف محفوظ ہیں اور اسی طرح قیامت تک محفوظ رہیں گے۔

یوں تو اس دین کی حقانیت کے مظاہر بے شمار ہیں لیکن کتاب وسنت کی تعلیمات جو اعجازی پہلو لیے ہوئے ہیں وہ عقل وفہم اور قلب سلیم والوں کے لیے اپنے اندر خاص قسم کی کشش رکھتے ہیں۔ موجودہ وقت میں جب کہ علمی اور سائنسی ترقی عروج پر ہے اور نت نئے انکشافات کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے، سائنس داں برسہا برس کی بحث وتحقیق کے بعد کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں اور کسی نئی دریافت کو سامنے لاتے ہیں تو ان کی حیرت واستعجاب کی انتہا نہیں رہتی جب انھیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ قرآن یا حدیث میں تو ڈیڑھ ہزار سال پہلے سے یہ چیز موجود ہے۔ لہٰذا ان میں جو فطرت سلیمہ کے حامل اور ہوی اور تعصب سے محفوظ ہوتے ہیں وہ بے اختیار لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللــــہ پڑھ کر اپنے آپ کو اس دین حق کے حوالے کر دیتے ہیں اور پوری عمر اس دین کے خادم بنے رہتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے نزول قرآن کے وقت فرما دیا تھا کہ ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ – سورہ فصلت: ۵۳﴾ عن قریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے۔

قرآن وسنت کے اعجاز کے بھی مختلف پہلو ہیں جن میں سے ایک پہلو سائنسی اعجاز کا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ میں یا سنت رسول میں کائنات سے متعلق کوئی ٹھوس حقیقت مذکور ہو اور سائنس دانوں نے تجربات کے ذریعے اس حقیقت تک رسائی حاصل کی ہو۔ اس تعلق سے بعض علماء کچھ تحفظات کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن خدشات یا احتمالات کا اظہار کیا جاتا ہے ان کے تعلق سے اگر احتیاط ملحوظ رکھی جائے اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کیا جائے تو کتاب وسنت کے سائنسی اعجاز کے ذریعہ دین کی بہت کچھ خدمت کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء وباحثین اس جانب خاص توجہ دے رہے ہیں۔ اس پر بحث وتحقیق کے لیے اکیڈمیاں قائم ہو رہی ہیں، سیمینار وکانفرنسیں ہو رہی ہیں اور ایک بڑی تعداد اس راستے سے اسلام سے متعارف ہو رہی ہے یا اس کے سایہ عاطفت میں پناہ لے رہی ہے۔

زیر تعارف کتاب ’’قرآن وسنت کا سائنسی اعجاز‘‘ فاضل محترم ڈاکٹر محمد لئیق اللہ خاں حفظہ اللہ کی مبسوط تالیف ہے۔ مؤلف موصوف ایک عرصہ سے سعودیہ عربیہ میں مقیم ہیں اور جدہ اردو ریڈیو سے وابستہ ہیں۔ آپ اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے ساتھ ہی قلم وقرطاس سے رشتہ استوار رکھتے ہیں اور اپنے علمی وتحقیقی شہ پاروں سے عوام وخواص کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ ۵۲۵/صفحات پر مشتمل یہ تالیف بہ تعبیر مؤلف ’’قرآن وسنت میں مذکور معلومات، سائنس دانوں کے مسلمہ علمی حقائق کا تقابلی مطالعہ‘‘ ہے۔ اس میں ’’قانون سازی، غیبی امور کی اطلاع، طبیعیات، مخلوقات، طب وصحت، قرآن کریم کے ذریعہ علاج، کائنات، آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل، اسلوب بیان، فصاحت وبلاغت، پرندوں، جانوروں، شہد کی مکھی اور ہندسوں کے اعجاز جیسے موضوعات جمع کیے ہیں۔‘‘ کل موضوعات ایک صد کے قریب ہیں۔ کتاب کا اسلوب معروضی اور دعوتی ہے۔ اور اس موضوع پر لکھی گئی علمی کتب ورسائل کو مرجع بنا کر معلومات درج کی گئی ہیں۔

کتاب کے اخیر میں مراجع کی مختصر فہرست بھی ہے جس میں تفسیر، حدیث اور لغت وغیرہ کی کتابوں کے علاوہ اعجاز علمی پر لکھی گئی کتابوں کے نام بھی مذکور ہیں۔ تمام مراجع عربی کے ہیں۔

مضامین میں قرآنی آیات بھی کمپیوٹر پر ٹائپ کر کے شامل کی گئی ہیں جس کی وجہ سے کہیں کہیں ان آیتوں میں بھی پروف کی غلطیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اگر قرآن کے کمپیوٹرائزڈ نسخے سے آیتوں کی کاپی کر کے پیسٹ کیا جاتا تو اس قسم کی غلطی سے محفوظ رہا

جاسکتا تھا۔ساتھ ہی آیتیں اعراب سے بھی مزین ہوجاتیں۔

احادیث نبویہ کہیں باحوالہ اور کہیں بلاحوالہ درج کی گئی ہیں۔حوالہ کا التزام بہتر تھا۔اسی طرح غیر صحیحین کی احادیث کی صحت وضعف کی جانچ کرلی جاتی تو کتاب زیادہ مستند ومعتبر ہوتی۔

قرآن کریم سے علاج کے ضمن میں بعض سورتوں اور آیتوں کو بقید تعداد معینہ پڑھنے کی بات لکھی گئی ہے۔بعض دوسرے مصنفین بھی ایسا بیان کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔معلوم نہیں ہوسکا کہ کمیت کی یہ تحدید کس دلیل کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

کتاب قدرے ضخیم ہے اس لیے اس کی مکمل خواندگی ممکن نہ ہوسکی۔متفرق مقامات سے سرسری مطالعہ میں کہیں کہیں پروف اور املاء کی غلطیاں نظر آئیں۔ان میں سے بعض سطور ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

☆صفحہ ۷/ پر فہرست مضامین کے نمبر شمار میں (۹۰) اور (۹۲) کی گنتی چھوٹ گئی ہے۔

☆صفحہ ۱۳/ پر پہلی سطر میں آیت کریمہ میں کـــذلك (بغیر الف کے بجائے) كذالك (الف کے ساتھ) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۱۳/ پر ۱۳/ویں سطر میں آیت کریمہ میں (ابراہیم) کو (لابراھیم) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۸۴/ پر ۱۶/ویں سطر میں (القوی) کو (تقوی) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۱۵۵/ پر سطر ۱۰/ میں آیت کریمہ میں (فـمـن كـــان منكم) کی جگہ (فمن كا منكم) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۲۰۴/ پر سطر ۴/ میں (شب قدر) کی جگہ (شب قدر) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۲۰۶/ پر سطر ۱۰/ میں (تمام) کی جگہ (تماام) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۲۰۷/ پر سطر ۷/ میں (زائد رکعت) کی جگہ (زائدرکعت) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۲۴۷/ پر سطر ۴/ میں (صحت کے مسائل) کی جگہ (صحت مسائل) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۳۴۳/ پر دوسری سطر میں (حاخام) کو (حاحام) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۳۵۴/ پر پانچویں سطر میں (منسوب) کو (مسنوب) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۴۴۶/ پر چوتھی سطر میں آیت کریمہ میں (الـــلؤلـؤ) کو (الـــلؤا للؤ) لکھا گیا ہے۔

☆صفحہ ۴۷۰/ پر سطر ۶/ میں الفاظ حدیث کو ارشاد الٰہی کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔

☆صفحہ ۴۸۳/ پر سطر ۱۱/ میں (الـــلــه والـكـون) کے بجائے (الـــلــه وابكون) لکھا گیا ہے۔الخ

کتاب کی کمپیوٹر کتابت میں جگہ جگہ الفاظ کے درمیان غیر ضروری فاصلہ (SPACE) باقی رہ گیا ہے، یہ چیز قاری کی بصارت پر گراں گذرتی ہے۔اسی طرح املا کی بھی کچھ غلطیاں ہیں۔جیسے دو مستقل لفظوں کو ملا کر لکھنا، مثلا: اسکو، جسکی، کیلیے، رہیگی، آئیگا الخ۔اردو املا کے قواعد کی رو سے: اس کو، جس کی، کے لیے، رہے گی، آئے گا الخ، لکھنا چاہیے۔

واضح رہے کہ کتاب میں صرف اعجاز ہی کے مسائل پر گفتگو نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی اسلام اور اس کی تعلیمات پر ہونے والے بہت سے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا بھی معقول جواب دیا گیا ہے۔البتہ ص ۳۳۹/ پر حدیث "لو كنت آمر أحدا أن يسجد لغير الله لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها..." کے تعلق سے مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ ''یہ حدیث درست نہیں، بعض حوالوں سے ضعیف ہے'' یہ محل نظر ہے۔کیوں کہ یہ حدیث صحیح سندوں سے بھی مروی ہے، البتہ اس حدیث سے یہ قطعا ثابت نہیں ہوتا کہ عورتوں کو مردوں کا سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، صرف عورتوں کو شوہروں کے احترام واطاعت کی ترغیب دینے کے لیے یہ اسلوب اختیار فرمایا گیا ہے۔جیسا کہ خود مصنف نے آگے یہی توجیہ ذکر فرمائی ہے۔

بہر حال بشری لغزشوں اور بعض علمی فروگذاشتوں سے قطع نظر کتاب فوائد اور مفید معلومات سے پر ہے۔مصنف نے اسے ترتیب دینے میں کافی محنت صرف کی ہے جس پر وہ شکریہ وتبریک اور دعا کے مستحق ہیں۔کتاب عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی سے ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئی ہے، اس پر قیمت درج نہیں ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	167/-

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

جمہوریت، آئین اور ملک کی سالمیت کی حفاظت
اہل وطن کی مشترکہ ذمہ داری/مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

دہلی: ۱۴/دسمبر ۲۰۱۹ء: شہریت ترمیمی بل (C.A.B.) کے پاس ہونے کے بعد وطن عزیز ایک بار پھر سخت ومشکل ترین حالات سے دوچار ہے۔ بل کے خلاف جگہ جگہ مظاہرے ہورہے ہیں اور مزید رونما ہونے کے خدشات بڑھتے جارہے ہیں۔ نئے شہریت ترمیمی قانون کے خلاف پورے ملک میں غم وغصہ، احتجاج اور شدید تشویش وبے چینی ہے اور اسے بلاتفریق مذہب وملت دیس کے انصاف پسند عوام وخواص اور متعدد مذہبی وسیاسی نظریات کے حاملین وطن عزیز کے اندر ہندو مسلم منافرت اور بھید بھاؤ کو بڑھاوا دینے اور خوں آشام دوقومی نظریے کو پھر سے فروغ دینے اور ملک کو ایک بار پھر تقسیم کرنے والا بتارہے ہیں۔ ساتھ ہی ملک وملت پر اس کے برے نتائج مرتب ہونے کی طرف اشارے بھی کئے جارہے ہیں اور کھلے طور پر اس کی مذمت اور مخالفت بھی ہورہی ہے کیوں کہ یہ قانون آئین کی کئی بنیادی دفعات اور گنگا جمنی تہذیبی روایات کے خلاف ہے۔ مذکورہ قانون نے جہاں ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو ذہنی تکلیف واذیت اور اضطراب وبے چینی میں مبتلا کردیا ہے وہیں اس ملک کے ہزاروں، لاکھوں غیر مسلم انصاف پسند دانشور، اہل علم اور امن پسند شہری بھی سخت تشویش میں مبتلا ہیں اور اسے جمہوریت، انصاف اور آئین کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ یہ بل جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہے، وہ تو اس کی مخالفت کرہی رہے ہیں، ملک کے انصاف پسند اور جمہوریت پر یقین رکھنے والے اور دستور ہند کی پاسداری کرنے والے غیر مسلم بھائی بھی اس کی سخت مذمت اور مخالفت کرنے میں پیش پیش ہیں۔

اس سلسلہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا موقف یہ ہے کہ حکومت کو اس متنازعہ قانون پر نظر ثانی کرنی چاہئے کیونکہ اس بل کی وجہ سے ملک کی جمہوریت اور آئین کو دھچکا لگا ہے اور اس کی شبیہ داغ دار ہوئی ہے۔ شہریت بل سے مسلمانوں کو خارج کرنا سراسر ناانصافی ہے کیونکہ وہ اس ملک کی تعمیر وترقی میں برابر کے شریک رہے ہیں اور دستوری اور تاریخی اعتبار سے برابر کے شہری ہیں۔ اس بل سے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے۔ بہر حال یہ قانون کسی بھی طرح نہ ملک کے مفاد میں ہے اور نہ دیش واسیوں کے حق میں۔ اسی طرح ملی تنظیموں کو خوف اور مایوسی کی نفسیات سے نکل کر تمام دینی جماعتوں اور برادران وطن کے ساتھ مل بیٹھ کر مناسب و موثر لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے تاکہ اس قانون کے برے نتائج سے دیش واسیوں کو بچایا جاسکے۔ وہ دستور میں دئے گئے حقوق کی روشنی میں پرامن طریقے سے اعتدال کے ساتھ ایسا اقدام کریں کہ ملک کے اندر کسی طرح کے بھید بھاؤ، تشویش واضطراب اور تشدد وبدامنی کو راہ نہ مل سکے اور نہ ہی کوئی خاص کمیونٹی اس کی زد میں آسکے یا لائی جاسکے۔ درحقیقت اس مسئلے کو کسی دھرم اور مذہب کی بنیاد پر دیکھنا کسی طرح بھی ملک اور دیش واسیوں کے حق میں نہیں ہے، اس لیے متحدہ اور مشترکہ طور پر ہی اس کا سامنا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا تمام برادران وطن بالخصوص مسلمانوں سے درد مندانہ اپیل ہے کہ CAB کے خلاف مہم کو صرف مسلمانوں کے ساتھ جوڑ کر نہ دیکھیں بلکہ آئین کی بحالی اور اس کی حفاظت کے لیے ہر انصاف پسند کو آگے آکر نہایت سنجیدگی ومتانت، عقل مندی وہوشیاری اور پرامن اور دستوری طریقہ سے متحدہ اور مشترکہ طور پر اپنی آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی طرح کی جذباتیت یا قانون کو ہاتھ میں لینا ملک اور باشندگان وطن اور خصوصا مسلمانوں کے مفاد میں قطعا نہیں ہے۔ دونوں ایوانوں سے بل پاس ہونے کے بعد بھی ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے ہیں اور عدلیہ سے امید ہے کہ ہمیں انصاف ملے گا اور انصاف پسند برادری ہمارے ساتھ آئے گی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ہمیشہ کی طرح اس قضیہ میں بھی یہ کوشش اور خواہش تھی کہ تمام مسلم تنظیموں کے متحدہ اور مشترکہ فیصلے کے ذریعہ انصاف پسند غیر مسلم جماعتوں اور شخصیات کو لے کر اس بحران اور تشویشناک حالات سے نکلنے اور نمٹنے کی کوشش کی جاتی۔ لیکن افسوس کہ اب تک بڑے پیمانے پر کوئی لائحہ عمل نہ بن سکا۔ پھر بھی ہم مایوس نہیں ہیں بلکہ پرامید ہیں کہ ساری تنظیمیں اس سلسلے میں متحد ہوکر پرامن اور دستوری طور پر پوری قوت سے اس قضیہ کا منطقی اور منصفانہ نتیجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مسلمانان ہند سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے اخلاق وعادات اور رویہ کے اندر بھی تبدیلی لائیں اور ہر طرح کی آئینی ودستوری کوشش کے ساتھ خصوصی دعا اور توبہ وانابت اور استغفار کا اہتمام کریں اور انفرادی واجتماعی طور پر، جماعتی، ملکی اور ملی معاملات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے علاوہ اللہ کی رحمت ونصرت کے طلبگار رہوں کیوں کہ وہی حقیقی مددگار اور کارساز ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

نیلی کپم جمعیت اہل حدیث کی ایک روزہ دینی واصلاحی کانفرنس:

نیلی کپم جمعیت اہل حدیث کی ایک روزہ دینی واصلاحی کانفرنس: ۷/دسمبر ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ صبح ساڑھے نو بجے تا شام ساڑھے چار بجے نور محل نیلی کپم ضلع کڈلور میں ایک شاندار تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حسب پروگرام حافظ جہانگیر صاحب کی تلاوت کلام سے کانفرنس کا آغاز ہوا اس کے بعد مولانا عبدالعلیم صاحب عمری حفظہ اللہ (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو وپانڈیچری) کا حب رسول ﷺ کی اہمیت وضرورت کے عنوان پر بزبان تمل خطاب ہوا مولانا صداقت اللہ صاحب عمری نے ''برزخی زندگی اور یوم آخرت''، مفتی عمر شریف قاسمی حفظہ اللہ نے ''ردشرک'' کے عنوان پر دورہ حاضر میں ملوث امت مسلمہ کے مشرکانہ عقائد واعمال کی وضاحت فرماتے ہوئے ان سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے رہنے کی تاکید کی۔ مولوی ریاض الدین عمری صاحب نے اہل سنت والجماعت کون؟ الشیخ دکتور آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ نے ''حدیث رسول ﷺ کی اہمیت اور عمل بالحدیث کی ضرورت''، شیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری مدنی حفظہ اللہ نے ''علم واخلاق کی اہمیت'' کے عنوان پر خطاب فرمایا اخیر میں امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو وپانڈیچری، مولانا عبداللہ حیدرآبادی عمری مدنی حفظہ اللہ کا تاریخ اہل حدیث اور طریقہ اہل حدیث کے عنوان پر خطاب ہوا۔

اطراف واکناف کے علاقے ایڑے پالیم، ترچی، پانڈیچری، میل پٹام پاکم، وی آنڈی کپم، سی ین پالیم، پلپئی پٹّم، ماتور، وردا چلم، مدوکرئے، کڈلور، ترکوئلور، ایم پیٹ، ترونیلور، ویلور، اورچنئی (آلنڈ دورو ہستنا پورم) سے مردوخواتین کثیر تعداد میں شریک رہے، کانفرنس کو منظّم ومرتب کرنے کے لئے ایک دن پہلے سے ہی جناب کا کا محمد خالد صاحب (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو وپانڈیچری) اور مولانا عبدالعلیم صاحب عمری (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو وپانڈیچری) مقام کانفرنس پہنچ چکے تھے۔

کانفرنس کے نظم ونسق میں جناب محمد صالح صاحب (کنوینز ولوپورم وکڈلور ضلع) مولانا ثناءاللہ صاحب عمری (امیر جمعیت ولوپورم وکڈلور ضلع) جناب عبدالجلیل صاحب (ناظم جمعیت ولوپورم وکڈلور ضلع) حافظ عبدالماجد صاحب (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث نیلی کپم) مولانا راض محمد صاحب منبعی عمری (امام وخطیب الرحمٰن جامع مسجد اہل حدیث نیلی کپم) اور مولوی عبدالوہاب صاحب عمری (آفس سکریٹری صوبائی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو، پانڈیچری) نے کافی محنت کی اللہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اخیر میں مولانا راض محمد منبعی عمری حفظہ اللہ (نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو وپانڈیچری) نے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ صحیح عقیدہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ اتباع قرآن وحدیث میں ہی سارے جہاں کی کامیابی ہے۔ اس کے علاوہ کانفرنس میں عقیدہ کل مسلم شیخ جمیل زینو کے کتابچہ کا تمل ایڈیشن مفت تقسیم کیا گیا اور صوبائی جمعیت تملناڈو وپانڈیچری سے شائع ہونے والا دوماہی تمل مجلّہ الفرقان کا خریدار بنانے کے لئے اپیل اور مرکزی وصوبائی جمعیت ۲۰۲۰ کے کلینڈر کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ مجموعی طور پر کانفرنس کامیاب رہی۔ (ضلعی جمعیت اہل حدیث کڈلور، ویلور)

جمعیت ابنائے سلفیہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے عہدیداران کا انتخاب: یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی خوشی ہورہی ہے کہ مورخہ ۱۱/نومبر ۲۰۱۹ء کو دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں جناب انجنیئر اسماعیل خرم صاحب جوائنٹ سکریٹری دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے زیر صدارت جمعیت ابنائے سلفیہ کی ایک نشست منعقد کی گئی جس میں جمعیت ابنائے سلفیہ کے عہدیداران کے لئے درج ذیل ناموں پر اتفاق ہوا۔ (۱) صدر۔ مولانا محمد عرفان سلفی مدنی (۲) نائبین صدر۔ (۱) مولانا محمد قاسم سلفی (۲) مولانا محمد رضاء اللہ سلفی مدنی (۳) ناظم۔ مولانا منظر احسن سلفی (۴) نائبین۔ (۱) مولانا محمد خورشید عالم سلفی مدنی، (۲) مولانا محمد عمیر سلفی مدنی (۵) خازن۔ مولانا محمد سیف اللہ سلفی مدنی (۶) ممبران۔ (۱) مولانا محمد سراج الحق سلفی مدنی، (۲) مولانا محمد کلیم اشرف سلفی (۳) مولانا محمد طارق صدری سلفی (۴) مولانا عبدالغفار سلفی (۷) مدعوئین خصوصی: (۱) مولانا محمد جمشید عالم سلفی (۲) مولانا عبدالغفار سلفی۔ واضح رہے کہ ۲/نومبر ۲۰۱۹ء کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں صدر، ناظم عمومی اور خازن کا انتخاب باتفاق آراء ہوچکا تھا۔ تمام ابنائے سلفیہ سے گذارش ہے کہ وہ اپنا مختصر تعارفی خاکہ دفتر جمعیت ابنائے سلفیہ دربھنگہ کو ارسال کریں گے۔ (منجانب: محمد عرفان سلفی، صدر جمعیت ابنائے سلفیہ دربھنگہ)

انتقال پر ملال: جناب محمد اسرائیل صاحب مقام سکراپار پوسٹ وضلع دیوریا (یوپی) کا بروز سنیچر چھ بجے صبح انتقال ہوگیا وہ تقریبا ۱۰۱ برس کے تھے۔ دیوریا ضلع کے اندر جماعت اہل حدیث کے اولین لوگوں میں سے تھے جب مولانا محمد انصاری مچھلی شہری نے ۱۸۹۸ء میں ابوبکر نگر دیوریا میں جمعیت کی بنیاد ڈالی۔ یہاں پر انہوں نے قرآن وسنت کی تعلیم کو عام کیا مولانا موصوف کے ساتھ محمد اسرائیل صاحب نے پورے ضلع کا دورہ کیا اور جماعت اہل حدیث کو مضبوط کیا۔ محمد اسرائیل نے کھرجروا، سکراپار، ابوبکر نگر شہر دیوریا، سرولی، لہرولی، مدراپالی دھنوتی، انورہی، کیسر پور اور بڑیہاد یوریا ہر جگہ جاکر دین کی دعوت کا کام انجام دیا۔ مولانا مرحوم کی کوششوں سے جماعت مضبوط ہوئی۔ اللہ موصوف کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین۔ ان کی نماز جنازہ حافظ کلیم اللہ سلفی صاحب کھرجروا نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی نے سکراپار عیدگاہ کے پاس پڑھائی۔ جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ سکراپار قبرستان میں تدفین عمل ہوئی۔ (شریک غم: محمد جمیل انصاری سابق ناظم چھوٹی مسجد اہل حدیث ابوبکر نگر دیوریا، یوپی)

انتقال پر ملال: والد محترم جناب محمد ضیاء الرحمٰن بن حافظ محمد رمضان صاحب ۱۶/۹/۱۹ بروز سوموار رات کے وقت ۱۲/ بجے انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ جماعت اہل حدیث کے مخلص لوگوں میں سے تھے انہوں نے اپنے والد

محترم جناب حافظ محمد رمضانؒ صاحب سے تعلیم حاصل کی انہوں نے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ان کی عمر تقریبا ۸۵سال کی تھی۔ ان کے پسماندگان میں ۲ بیٹے ۴بیٹیاں اور کئی پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں اللہ والد محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین۔ان کے جنازہ کی نماز بسم اللہ قلم قبرستان بھوارہ گواپوکھر بھچی مدھوبنی میں ادا کی گئی اور اسی قبرستان میں تدفین ہوئی۔نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔اللہ والد محترم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ مقام جنت میں عطا کرے آمین (مطیع الرحمٰن سلفی گواپوکھر بھوارہ مدھوبنی بہار)

وفات حسرت آیات: یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو کے سابق ناظم اعلیٰ الحاج نثار احمد صاحب کوٹھا (قاسم پورہ) کا انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آپ بہت دنوں تک جامعہ اسلامیہ فیض عام کے ناظم اعلیٰ رہے۔سماجی اور دینی کاموں میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے ہمدردی اور عقیدت کا معاملہ رکھتے تھے۔ان کی اولاد واحفاد بھی جماعتی اور دینی کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب نے پچھلے دنوں اپنے سفر کے دوران مئو سے گذرتے ہوئے آپ کے ورثاء سے تعزیت کی تھی۔اور پسماندگان کو تسلی دی تھی۔اور مرکزی جمعیت کے شریک غم ہونے کی بات کہی تھی۔اللہ رب العزت مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرمائے، انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین۔احباب جماعت اور عامۃ المسلمین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔(ادارہ)

سنت کبیر نگر یوپی کے معروف معلم ومربی جناب ماسٹر کلیم اللہ کا انتقال: جامعہ اسلامیہ دریاباد کے شیخ الجامعہ مولانا حافظ عبدالسمیع مدنی صاحب کے والد ماجد اور سنت کبیر نگر یوپی کے معروف معلم ومربی جناب ماسٹر کلیم اللہ صاحب کا مورخہ ۲۲؍دسمبر ۲۰۱۹ء کو بوقت ساڑھے دس بجے شب انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

ماسٹر کلیم اللہ صاحب کا تعلق سنت کبیر نگر کی معروف بستی مونڈاڈیہا بیگ سے تھا۔آپ نے ۱۹۶۳ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا تھا۔پھر آپ نے مختلف اسکولوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔۲۰۰۶ء میں مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ کے استاذ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔آپ تعلیم وتربیت کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ پاکیزہ عادت وخصلت اور اعلی اخلاق وکردار کے مالک تھے۔پسماندگان میں اہلیہ، مولانا حافظ عبدالسمیع مدنی سمیت چھ فرزندار جمند اور دو صاحبزادیاں ہیں۔اگلے دن تدفین عمل میں آئی اور جنازے میں قریہ واطراف کی اہم شخصیات کے علاوہ بڑی تعداد نے شرکت کی۔اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔خدمات کو قبول فرمائے۔جنت الفردوس کا مکین بنائے۔پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے۔آمین۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب نے مرحوم کے ورثاء سے قلبی تعزیت کی ہے اور ان کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں۔احباب جماعت وعامۃ المسلمین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔(ادارہ)

(بقیہ صفحہ ۲۹ کا)

(۲)

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلبہ وطالبات پر پولیس کی جارحانہ کارروائی کی مذمت اور انصاف کا مطالبہ

دہلی: ۱۷؍دسمبر ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے شہریت ترمیمی ایکٹ کے خلاف پرامن جدوجہد اور مطالبہ کررہے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ وطالبات پر پولیس کی جارحانہ کارروائی کی مذمت کی ہے اور اسے ملک کی سیکولر وجمہوری اقدار وروایات کے خلاف قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ ملک کا آئین اپنے شہریوں کو بنیادی طور پر حق دیتا ہے کہ وہ ظلم وناانصافی اور حق تلفی کے خلاف آواز اٹھائیں اور پرامن جدوجہد اور مطالبہ کریں۔ایسے میں حق وانصاف کی آواز کو بزور دبانے کی کوشش کرنا اور پرامن جدوجہد اور مطالبہ کرنے والوں پر تشدد روا رکھنا جمہوری اقدار وروایات بلکہ آئین کے منافی ہے۔چہ جائیکہ یونیورسٹی کیمپس میں گھس کر لائبریری میں پڑھ رہے طلبہ وطالبات پر آنسو گیس چھوڑا جائے، ان پر لاٹھی چارج کی جائے، مسجد کی بے حرمتی کی جائے اور یونیورسٹی کی املاک کو نقصان پہنچایا جائے۔

امیر محترم نے کہا کہ شہریت ترمیمی ایکٹ کے خلاف طلبہ وطالبات نے جس پرامن جرات وبہادری کا مظاہرہ کیا ہے اور امن وقانون کا پاس ولحاظ رکھا ہے وہ قابل ستائش ہے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند پولیس کی بربریت کے شکار طلبہ وطالبات کے دکھ درد میں شریک ہے۔حکومت اس شرمناک واقعہ کی جوڈیشیل انکوائری کرائے اور تشدد کے مجرمین کو قرار واقعی سزادے۔نیز مطالبہ کرنے والوں سے اپیل ہے کہ وہ کسی بھی حال میں قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔اور جائز حدود میں جدوجہد جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے رشتہ استوار کریں اور دعا واستغفار کا اہتمام کریں کہ وہی چارہ گر حامی وناصر ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ حکومت کو خلاف آئین شہریت ترمیمی ایکٹ میں نظر ثانی کرنی چاہئے تاکہ پرامن شہریوں خصوصا اقلیتوں کے اندر پائی جانے والی بے چینی وتشویش دور ہو۔ملک کے اندر روایتی اخوت وبھائی چارہ، فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم رہے اور امن وشانتی کے دشمنوں کو کھیل کھیلنے کا موقع نہ ملے اور ملک کے آئین پر آنچ نہ آئے۔

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر۔ ان شاءاللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔ مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔ اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کر دی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292